حبیب فاطمہ ارض و سما امام حسین
خودی شناس و خدا آشنا امام حسین

حسین منی انا من حسین حسب حدیث
جبین خوشی محمد نما امام حسین

گل ریاض پیمبر ، سوار دوش نبی
نثار شعبہ خیر الورٰی امام حسین

کلید و وارث باب علوم مرتضوی
عصائے پیری ، مشکل کشا امام حسین

ضیائے روح خدیجہ نور دیدہ زہرا
چراغ خانہ خیر النساء امام حسین

یکے ز سید جوانان جنت الماوی
برادر حسن مجتبیٰ امام حسین

نثار دین و نظام و خلافت علی
[illegible] صاحب مصطفےٰ امام حسین

امیر [illegible] و [illegible] امام حسین
[illegible] کربلا امام حسین

[illegible] صدق و صفا امام حسین
[illegible] صبر و رضا امام حسین

شہید و [illegible] مجاہد ساجد و عابد
[illegible] راہ [illegible] امام حسین

کجا غلام فساد ابن سعد ابن زیاد
کجا [illegible] امام حسین

غریب [illegible] تقویٰ [illegible]
[illegible] امام حسین

[illegible] حضرت مسلم [illegible]
زعیم و سرور و مخدوم [illegible] امام حسین

ماہنامہ
دلیل راہ
لاہور

جنوری 2009ء - محرم الحرام 1430ھ

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ
عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ
وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

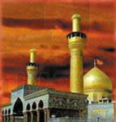

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی
جیسے میری سرکار ہیں ایسا نہیں کوئی

تم سا تو حسیں آنکھ نے دیکھا نہیں کوئی
یہ شان لطافت ہے کہ سایہ نہیں کوئی

اے ظرفِ نظر دیکھ مگر دیکھ ادب سے
سرکارﷺ کا جلوہ ہے تماشا نہیں کوئی

یہ طور سے کہتی ہے ابھی تک شب معراج
دیدار کی طاقت ہو تو پردہ نہیں کوئی

اعزاز یہ حاصل ہے تو حاصل ہے زمیں کو
افلاک پہ تو گنبدِ خضریٰ نہیں کوئی

ہوتا ہے جہاں ذکر محمدﷺ کے کرم کا
اس بزم میں محروم تمنا نہیں کوئی

سرکارﷺ کی رحمت نے مگر خوب نوازا
یہ سچ ہے کہ خالد سا نکما نہیں کوئی

خالد محمود خالد

Nafseislam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اور پھر میں ہیرو سے زیرو ہوگیا

صحرائے کربلا میں جذب ہونے والا خون اپنے پیچھے معاشرتی، مذہبی اور سیاسی عروج کے ان گنت اسباق چھوڑ گیا۔ جھوٹ فانی ہے، اس کی دلفریبیاں زیادہ دیر تک ملمع سازی نہیں کر سکتیں جبکہ سچ ایک حقیقی قوت ہے۔ سچا انسان مبالغہ آرائی سے دور ہوتا ہے، البتہ سچ اور صدق کو ہضم کرنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ دنیا میں ڈوبے ہوئے لوگوں کے لئے سچا انسان سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہوتا ہے لیکن صدق کا حسن گلاب بن کر اگتا ہے۔ یہ مشام حیات کو معطر کرنے والی حقیقی خوشبو ہے۔ سچائی کے کھیت میں اگنے والی کہانیاں حقیقی ہوتی ہیں۔ قانون اگر صدق سے محروم ہو تو قتل و غارت اور بدامنی جنم لیتی ہے۔ دولت صدق و سچ کی دہلیز سے دور ہٹ جائے تو اس کے بطن سے حرام کاریاں پیدا ہوتی ہیں اور خوش قسمتی ننگے پاؤں بھاگ جاتی ہے۔ معاشرہ صدق و حق کے نور سے تہی دست ہو تو طبقات جنم لیتے ہیں پھر ایک ایک قبیلے میں سو سو مکتب پیدا ہوتے ہیں۔ طبقاتی کشمکش ''صدقِ مذہب'' سے محرومی کا دوسرا نام ہے۔

حسین اور یزید دو کردار ہیں

حسین کا قبیلہ صدق کا نور رنگ

فردوس ہے

اور

یزید جھوٹ، ملمع سازی اور دین دشمنی

کی قبیح علامت ہے

ایک کا درس ہے ''خدا سب کچھ ہے''

اور

دوسرے کی تربیت ہے حکومت اور دنیا ہی سب کچھ ہے

حسین کی دعوت ''نظام صدق'' کا نفاذ ہے

اور

یزید کی کوشش نظام شیطان کی بقا ہے

WWW.NAFSEISLAM.COM

انسانی معاشروں کی بدقسمتی کہ آج وہ توڑ پھوڑ کا شکار ہیں۔ بدامنی کا زہر ایٹم بم سے بھی زیادہ انسانیت کش ثابت ہو رہا ہے۔ لسانی، جغرافیائی، مذہبی اور سماجی تفرقہ بازیوں نے قافلہ انسانیت کو بربادی کی پگڈنڈیوں پر الجھا دیا ہے۔ قوم شعبدہ بازوں کے ہاتھ چڑھی ہوئی ہے۔ لوگ عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ غیر انسانی عادات اور اقدار ذہنوں پر مستولی ہوتی جارہی ہیں۔

سوات اور سرحدی قبائل کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے وہاں اسلام کے دعویداروں کے کردار کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے۔ پیر سمیع اللہ قادری کو شہید کیا گیا اور جب وہ مردِ حر جام شہادت نوش کر چکا، تو اسے برہنہ کر کے ننگی نعش درخت پر لٹکا دی گئی۔ ایک اور خبر پڑھی کہ ایک شخص کو شہید کرنے کے بعد اس کے سر کو تن سے جدا کر کے اس کے ساتھ فٹ بال کھیلا گیا۔ جنازہ کی نمازوں میں خودکش حملے ہوئے۔ قتل کرنے کے بعد مردہ حالت میں دشمنوں کے منہ میں پیشاب کیا گیا۔ یہ بات بلاشبہ سمجھ سے قریب ہے کہ کتوں اور بلیوں کا گوشت کھانے والے مسلمان نہیں ہوسکتے، لیکن سوال یہ ہے کہ عبداللہ بن زبیر کی ننگی لاش کو کن لوگوں نے مکہ کے معروف چوک میں لٹکایا تھا۔ مصر میں محمد بن ابی بکر الصدیق کی کھال اتار کر اس میں غلاظت بھر کر کس نے ان کی لاش کی بے حرمتی کی تھی۔ یہ لوگ کون تھے جنہوں نے کربلا میں حسینی قافلے کے شہدا کی پاکیزہ لاشوں پر گھوڑے دوڑانے کا حکم دیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ شروع زمانہ ہی سے اسلامیان عالم کو ایک ناسور نے چاٹنا شروع کر دیا تھا۔ جیسے حسین کے بیٹے آج دنیا میں خیر و رحمت بانٹ رہے ہیں اور یزید اور مروان کے ابنائے شر آج بھی بربریت، خوف، رزالت، کمینگی، انسانیت سوزی کے محرک بنے ہوئے ہیں۔

یہ بات ٹھیک ہے کہ موت ایک سنگین حقیقت ہے، مردہ زندہ ہوسکتے ہیں نہ دنیا میں واپس آسکتے ہیں، ماضی حال نہیں بن سکتا، لیکن فطرت کا علم انسانیت سوز قافلوں کی تاریخ کو مسخ کر دیتا ہے اور سچائیوں اور صداقتوں کے علمبرداروں کو جو عزت اور افتخار عطا کرتا ہے ان کا وجود قابل رشک ہو جاتا ہے۔ پچھلے دنوں ایک اخباری پریس کانفرنس میں سابق صدر مشرف نے کہا اور پھر میں ہیرو سے زیرو ہو گیا اور میرے دشمن زیرو سے ہیرو ہو گئے۔ مشرف صاحب کو یاد نہیں رہا جبکہ تاریخ کی ساعتیں بڑی گہری ہیں۔ امام عالی مقام کے سرناز کو دیکھ کر یزید پلید نے بھی یہ کہا تھا کہ شہادت حسین نے مجھے اعلیٰ سے اسفل کر دیا اور حسین کی شہادت مقصد نے انہیں زمین سے آسمان کر دیا۔ بقا صدق ہی کو ہے اور روشنی سچ ہی میں ہے۔ ظلم کبھی عزت نہیں پاسکتا اور حق و حقیقت کو زیادہ دیر تک دبایا نہیں جاسکتا اور یزیدیت کی یہ غلط فہمی تھی کہ شہادت نے حسین کو آسمان کر دیا تھا۔ حسین تاہی عرشی کو باس رکھنے والا سردار۔ جس نے حضور ﷺ کی آغوش میں تربیت پائی ہوئی تھی۔ زبان نبوت نے اسے جنتی جوانوں کا سردار کہا۔ حسین کو یزیدی سند کی ضرورت نہیں تھی۔

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ”میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جانے والا ہوں۔ کتاب اللہ اسے مضبوط تھامے رکھنا اس لئے کہ اس میں ہدایت اور نور ہے۔ دوسری میری اولاد ہے میرے گھر والے ہیں، میں تمہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں خدا یاد کراتا ہوں۔ اللہ کا خوف دلاتا ہوں، میرے اہل بیت کے بارے میں اللہ سے ڈرنا“۔

ایک دوسری حدیث شریف میں فرمایا:

> ”آئمہ قریش ہی سے ہوں“

تاریخ کے دھاگوں پر پڑی بوسیدہ گرہوں کو چھیڑنا نہیں چاہیئے، البتہ یہ مسئلہ خوب سمجھنا چاہیئے جیسے رحمتوں کے قبیلے ہوتے ہیں، ایسے ہی زحمتوں کے کنبے بھی ہوتے ہیں۔

شرافت کا کنبہ اپنا ہے
کم ظرفی اور ذلت کا قبیلہ اپنا ہے
یہ عجیب بات آپ محسوس فرمائیں گے کہ
حمزہ کا جگر چبانے والے۔۔۔۔۔
حضور ﷺ کی راہوں میں کانٹے بچھانے والی۔۔۔
عبداللہ بن زبیر کی برہنہ لاش کو سرِ عام سات دن تک لٹکائے رکھنے والے۔۔۔
کوفہ کی قبروں سے مردے نکال کر جلانے والے۔۔۔
میدان کربلا میں شہیدوں کی نعشوں پر گھوڑے دوڑانے والے۔۔۔
بصریٰ کے منبر پر اہل بیت کی تعریف کرنے والے خطیب کی زبان نوچ کر پھینک دینے والے۔۔۔
مصر میں محمد بن ابی بکر کی کھال اتار کر
بیچ میں غلاظت بھرنے والے

سب ایک ہی کنبہ اور ایک ہی گھر کے افراد فرید تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا عادتوں کے قبیلے بھی انڈے اور بچے دیتے ہیں۔ ہونہ ہو حضور ﷺ نے اسی ضرورت کے تحت مسلمانوں کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ اپنی اولادوں کو آل محمد کی محبت سکھاؤ، تاکہ تمہاری نسلوں میں بھی رحمت اور اجالے سرایت کریں۔

کسی مغربی مفکر کے قلم سے نکلی ہوئی حکایت یاد آئی:

جنگل کے بادشاہ شیر کی ملکہ شیرنی کا انتقال ہو گیا۔ جنگل کے تمام درندے تعزیت کے لئے حاضر ہوئے۔ پتھر دل شیر اپنی ملکہ کی یاد میں آنسو بہانے لگ گیا۔ اس کی تقلید میں تمام درباری درندے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور رونے لگ گئے البتہ ہرن ایک طرف خاموش بیٹھا کہرام سنتا رہا۔ اس ماتمی تقریب میں بھی حاسدین کی نظر سے وہ پوشیدہ نہ رہ سکا اور انہوں نے بادشاہ سے شکایت کر دی اور بادشاہ نے اس سے سنگ دل ہو کر بیٹھے رہنے کا سبب دریافت کر لیا۔

ہرن بولا:

میں دراصل خاموش بیٹھا خلد بریں میں ملکہ معظمہ کو دیکھ رہا تھا، جناب! وہ پھولوں کی سیج پر تکیہ جمائے بیٹھی تھی جب مجھے دیکھا، شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے اپنا دوست بنا لیا اور مجھے سمجھایا اب آنسو نہ بہانا اگر تم اب روگئے تو مجھے دکھ پہنچے گا حضور! میرے خیال میں رونا دھونا ختم ہو جانا چاہیئے ملکہ معظمہ کی زندگی سے ہم اگر کچھ سیکھ سکتے ہیں تو سیکھیں جہاں پناہ آپ کو اور ہمیں آپس میں دوستی کر کے ملکہ معظمہ کو دکھ دینے والوں کو سزا دینی چاہیئے۔

شیر نے کہا:

تمہاری اور میری دوستی، اس اعلان کے ساتھ حاسدین کا منہ اپنی ہی جلائی ہوئی آگ میں جلنے لگ گیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

یہ وقت شکووں شکایتوں کا نہیں۔ سفلی اغراض کی خاطر قوم کو تباہ کرنا دانائی نہیں۔ اعلیٰ مقاصد کی خاطر ہرن اور شیر کی دوستی ہوسکتی ہے۔ ہم سب کو مل کر آج اس ذہن اور فکر کے خلاف تنگ وتاز کرنی چاہیئے، جو ظلم وبربریت کے باوجود یزیدیت کو امیر المومنین کہنے پر تلی ہوئی ہے۔ اصل میں یہ سب بھیڑیئے ہیں جن کے نوکیلے ناخن خون انسانیت اور اسلامیت کے لہو سے آلودہ ہیں:

انہیں معاف کرنا
خیر کو فراموش کرنا ہے
ان کے ساتھ دوستی
حق وحقیقت سے محرومی ہے
ان کو بھلا جاننا
کفر کو اسلام گردانا ہے
ناصبیت، خارجیت اور رافضیت سب ظلمتیں ہیں۔
سچی راہ حضور ہی کی ہے
بوئے حق دامن علی ہی سے میسر آسکتی ہے
تربیت کا مواد بیت فاطمہ کی دہلیز پر ہی مل سکتا ہے
جوانوں کے سردار حسن اور
حسین ہی ہوسکتے ہیں
تمام فقہاء____!
محدثین____!
محققین____!
معلمین____!
صالحین____!
اقطاب____!
ابدال____!
اغواث____!
مواعظین____!
قاضی ومفتی____!
طالب ومحبّ____!
صحابہ سے محبت کرنے والے
نسبتوں پر مرمٹ جانے والے
آل محمد کے غلام ہیں
نقشبندی
قادری

WWW.NAFSEISLAM.COM

چشتی

سہروردی

سب کا نعرہ سب کی منزل

ان الدین عند اللہ الاسلام

کتنی خوبصورت بات کہی تھی:

حضرت جنید بغدادی نے

شیخنا فی الاصول والبلا

علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

یہ قافلہ کن خوبیوں سے آراستہ تھا یہ جاننے کے لئے قرآن حکیم کی یہ آیات معانی اور مطالب کے ساتھ تلاوت فرمائیں:

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ۝١٥ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝١٦
اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝١٧ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝١٨ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ
وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ
سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝١٩ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ
الْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ۝٢٠

اور اللہ اپنے بندوں پر خوب نظر رکھنے والا ہے (۱۵) ایسے لوگ کہتے رہتے ہیں پروردگار ہمارے! ہم ایمان لائے سو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں دوزخ کی سزا سے بچالے (۱۶) (یہ لوگ) صبر کرنے والے، سچائی اختیار کرنے والے اور مؤدب فرمانبردار اور خرچ کرنے والے اور رات کے پچھلے پہروں میں بخشش طلب کرنے والے ہوتے ہیں (۱۷) خوب کھول دی ہے اللہ نے یہ بات کہ کوئی معبود نہیں ہوسکتا سوائے اس کے اور تمام فرشتے اور اہل علم انصاف کے ساتھ اس بات پر قائم ہیں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اس معبود برحق کے جو غالب حکمت والا ہے (۱۸) بے شک اصل دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور جو اختلاف میں پڑ گئے کتاب دیئے گئے لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس علم پہنچا یہ محض اُن کی باہمی ضد تھی اور جو انکار کرے اللہ کی آیتوں کا تو بے شک اللہ بھی حساب چکانے میں بڑا سریع ہے (۱۹) (اے حبیب) اگر یہ لوگ آپ سے بحث میں اُلجھیں تو آپ فرمادیں کہ میں نے تو رُوئے محبت اللہ کے سامنے جھکا دیا ہے اور انہوں نے بھی جو میرے تابع ہیں اور فرمایئے ان لوگوں سے جنہیں کتاب مل گئی ہے اور بے پڑھوں سے بھی کیا تم بھی اسلام لاتے ہو؟ اگر تو وہ اسلام قبول کرلیں پھر تو وہ ہدایت یافتہ ہوئے اور اگر وہ روگردانی کرلیں تو آپ کے ذمہ ابلاغ حق ہی ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے (۲۰)

(اٰلِ عِمْرٰن: ۱۵-۲۰)

سید ریاض حسین شاہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر "تبصرۃ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورہ لہب کی تفسیر پیش کر رہے ہیں (ادارہ)

سید ریاض حسین شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝١ مَآ
اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝٢
سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّ امْرَاَتُهٗ
حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ
مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ ہلاک ہو ہی گیا (۱) اُسے اُس کا مال کچھ کام نہ آیا اور نہ ہی وہ جو اُس نے کمایا (۲) وہ جلد ہی اُس آگ میں جا ملے گا جس کے شعلے بھڑک رہے ہیں (۳) اور اُس کی وہ بیوی بھی جو لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی ہے (۴) اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہے (۵)

WWW.NAFSEISLAM.COM

''صحیفہ نور'' کی یہ سورہ رحمت بدکاریوں کا انجام بتلانے والا عجالۂ ہیبت ہے۔ اس کا نزول حضور ﷺ کی مکی زندگی میں ہوا۔ یہ پانچ آیات پر مشتمل سورت ہے نام اس کا ''اللہب'' ہے۔

یہ ہیبت اور کڑک رکھنے والی سورت ترتیب میں سورہ نصر کے فوراً بعد ہے۔ ماقبل سورت میں ایمان، نیکی اور عقیدہ آخرت جن نتائج سے دوچار کرتا ہے۔ ان کے آشکار کرنے کے لئے ایک دل آویز آئینہ ہے اور یہ سورت بتلاتی ہے کہ بدمذہبی، بدکاری اور بداخلاقی کے عواقب کتنے بھیانک اور دلدوز ہوتے ہیں یقیناً اس سورت میں فہمائش اور انداز کا اسلوب انتہائی خوفناک صورت اختیار کر جاتا ہے لیکن الفاظ کا دروبست اور صعود نزول الہامی رحمتوں سے ہمکنار رہتا ہے۔

سورہ نصر کا مطالعہ کرتے ہوئے قاری قرآن محسوس کرتا ہے کہ اسلام چھا گیا اور دین متین کی چادر رحمت نے ہر چیز کو اپنے اندر سمیٹ لیا اور سورہ لہب اعلان کرتی ہے کہ اسلام صرف مرکز تک پہنچ ہی نہیں گیا بلکہ اس کی روحانی طاقتوں نے ہر ابولہب کے ہاتھ توڑ دیئے۔ دین باہرو دشمن بے مدد ہو گیا۔ گستاخیاں، بے باکیاں اور بدتمیزیاں اپنی مکروہ تاریخ سمیت قعر مذلت میں پٹخ دی گئیں۔ سورہ لہب ایک گستاخ شخص کی عبرتناک تاریخ ہی بیان نہیں کرتی بلکہ گستاخاں رسول جس ذلت اور رسوائی کا شکار ہوتے ہیں ان حقائق کو اصول بنا کر قاری قرآن کے سامنے رکھ دیتی ہے۔

سورہ نصر اور سورہ لہب دراصل ایک ہی گھر کے دو لوگوں کو عنوان بنا کر کاروان انسانیت کے سامنے رکھ دیتی ہیں۔ سورہ نصر نیکی کے جدوجہد میں حضور ﷺ کو کامیابیوں کی جنت میں دولہا بنا کر پیش کرتی ہے اور سورہ لہب اسی گھر کے ایک بے قدر شخص کی ناقدریوں کی بنا پر اس کی بیوی سمیت گرفت کی محکم رسیوں میں جکڑ کر دوزخ میں ذلت کے ساتھ پھینکنے کا اعلان کرتی ہے اور قرآن حکیم ایک شفاف آئینہ بن کر اس تصور کو اتنا اجاگر کر دیتا ہے کہ قیامت تک آنے والا ہر شخص ابولہب کو دوزخ کی آگ میں جلتا ہوا دیکھتا رہے گا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے اس صورت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے جو منظر نامہ پیش کیا ہے وہ سورت کے مضامین کو واشگاف کر دینے کے لئے کافی ہے۔

حضور ﷺ کے سینہ پر جب ''وانذر عشیرتک الاقربین'' نازل ہوئی تو آپ ﷺ کوہ صفا پر چڑھے اور تمام قبائل کو بلا کر ایک ایک قبیلہ کا نام لیا۔ اے بنی ہاشم اے بنی فلاں جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم کو یہ اطلاع دوں کہ دشمن کا لشکر تم پر شبخون مارنے کے لئے تیار ہے تو کیا تم مجھے سچا جانو گے؟ سب نے مل کر جواب دیا بے شک آپ سچے ہیں اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

''بے شک تم پر عذاب الٰہی آنے والا ہے''۔ نجات کا راستہ تلاش کر لو اور اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر اختیار کر لو۔

یہ خوبصورت گفتگو سن لینے کے بعد ابولہب آپ ﷺ سے ناراض ہوا اور کہنے لگا:

تباً لک الھذا جمعتنا

تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں کیا تو نے اس لئے ہمیں یہاں جمع کیا؟

پھر ایک پتھر حضور ﷺ پر پھینکا اور گالی گلوچ کی۔ یہ واقعہ اس سورت کے نزول کا محرک بنا۔ تمام ہی مفسرین نے تقریباً اس واقعہ کو سورہ لہب کے شان نزول میں بیان کیا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

قاری قرآن کو چاہیئے کہ وہ سورہ لہب کو پڑھتے ہوئے تفسیری عمود تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ان نکات پر ضرور توجہ دے۔

(ا) سورہ لہب ایک قرآنی پیش گوئی ہے جو تصدیق کرتی ہے کہ قرآن حکیم اللہ کی کتاب ہے اور اس کا ایک ایک حرف سچ اور صدق کے نور میں ڈوبا ہوا ہے۔

(ب) رشتے ناطے ایک معاشرتی تقدس رکھتے ہیں لیکن ان میں دکھ درد کے موقعوں پر مساعدت اور مدد کا عنصر شامل رہنا چاہیئے، جب چچا ہی بھتیجے سے ذلت کی حد تک دشمنی پر اتر آئے، رشتہ داریاں معاشرتی لحاظ سے فنا ہو جاتی ہیں، اسلام رشتوں کا تقدس دلوں اور روحوں میں اتارتا ہے لیکن کسی وجود کو اسلامی فکر کے وجود سے قیمتی نہیں ہونے دیتا۔

(ج) حضور ﷺ کی گستاخی اکبر الکبائر ہے۔ ناقابل معافی جرم اگر اس جرم کی ذلتیں الہامی دستور کی روشنی میں پرکھنا چاہیں تو سورہ لہب کا مطالعہ فرمالیں۔

(د) کفر، گستاخی اور بدی دریا کی جھاگ کی طرح ابھرتے ہیں لیکن ان کا منطقی انجام ہمیشہ قعر تذلیل ہوتا ہے۔

(ہ) سورہ لہب پڑھتے ہوئے قارئ قرآن محسوس کرتا ہے کہ ابولہب کے ساتھ اس کی بیوی کا مذموم کردار بھی قرآن حکیم نے پیش کیا ہے، ظاہر ہوا کہ گستاخی اور بے ادبی کوئی شخص انفرادی طور پر بھی کرے تو باعث لعنت ہوتی ہے لیکن جب گستاخیاں کنبے بن جائیں، بے ادبیاں قبیلوں کی صورت اختیار کر جائیں، تو انہیں لحظہ بھر کے لئے بھی برداشت نہ کرنا چاہیئے۔ دیکھتے نہیں گستاخوں کے لئے نار جہنم کے شعلے

ہیں اور بے ادب خواتین کے لئے بٹی ہوئی رسیاں، جو معاشرہ گستاخوں کے گلے میں رسیاں ڈالنے کا حوصلہ نہیں رکھتا وہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔

(و) سورہ لہب میں شخصی عزت، وقار اور آبرو کا کتنا مقام ہے، جب کوئی شخص لباس عزت کو پھاڑنے کی کوشش کرے، اس کے لئے قرآن کتنی سنگین تعزیرات کا اعلان کرتا ہے۔

(ز) کثرت اموال اور اثر ورسوخ کی نعمتوں کو مخرب دین نہیں ہونا چاہیئے۔ ابولہب کی تباہیوں میں اس کی عیاشیوں بھری معیشت کا بھی حصہ تھا۔

(ح) سورہ لہب کا صوتی آہنگ، جیسے ایک دھماکے کی آواز ہو۔ ''یدا'' میں تفوق اور ابی میں تنزل ''لہب'' میں جیسے کسی نے کسی کو گھیر لیا ہو۔ ''و تب'' میں دھمک کا تکرار، ما اغنی میں یاس اور قنوطیت کی برسات، سورت کے لفظ ہی بتاتے ہیں کہ گستاخ شخص کتنی لعنتوں میں گھر جاتا ہے۔ تہدید، فہمائش، ذلت، مذمت، رسوائی اور لعنت کی تہہ پر تہہ تاریکی اس شخص کو ہر طرف سے گھیر لیتی ہے اور اس کنبے کا ہر فرد ہی دراصل لعنت کی زنداں میں محصور ہوتا ہے۔

(ط) سورہ لہب حضور ﷺ کی عزت، ناموس، ادب توقیر، آبرو اور مقام کو ہر بحث سے ماورائی کر دیتی ہے اور سمجھتی ہے کہ حضور کو خدا کا حبیب مانو اور ہر خوبی اور ہر توقیر کا مرجع انہی کی ذات کو جانو اور مانو۔

(ی) سورہ لہب، سورہ نصر اور سورہ اخلاص کے درمیان رکھی گئی ہے۔ یہ اس بات کا اعلان ہے کہ شرار بولہبی کی ستیزہ کاریاں جب بھی چراغ مصطفوی کو بجھانے کی سعی کریں گی، اللہ واحد کی قدرتیں انہیں ہر طرف سے گھیر کر رسوائیوں کی دوزخ میں پٹخ دیں گی۔

(ک) سورہ لہب میں حضور ﷺ کے گستاخوں کے ساتھ مداہنت برتنے کی تمام رسیاں کاٹ دینے کا اعلان کر دیا گیا۔

قارئین کتاب!

سورہ لہب دراصل حضور ﷺ کے ایک گستاخ کی مذمتی دستاویز ہی نہیں، من وجہ حضور ﷺ کی ذات اقدس پر صلوٰۃ بھی ہے۔ یہ سورت پڑھتے ہوئے بلا شبہ رحمت عالم ﷺ کی محبتوں کا چمن پر بہار ہو جاتا ہے۔ اس میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ محمد ﷺ سے محبت اور عشق ہر ابولہب کی مذمت ہے اور ہر ابولہب کی مذمت اور اس پر لعنت محبتوں کا قرض ہے جو ادا ہوتے رہنا چاہیئے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝

ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہو جائیں اور وہ ہلاک ہو ہی گیا

قرآن مجید کا یہ مختصر جملہ تقاضا کرتا ہے کہ دو چیزیں سمجھی جائیں ایک تو یہ کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹنے سے مراد کیا ہے اور دوسری یہ کہ جانا جائے ابولہب کون تھا اور اس کے زہریلے اخلاق کیا مضرتیں رکھتے تھے کہ قرآن مجید نے اس بدتمیز شخص کا نام لے کر مذمت کی اور یہ تنہا ہی وہ شخص ہے جس کا امت محمدیہ میں سے نام لے کر تلعین اور تذمیم کی گئی۔

ابولہب کا حقیقی نام عبدالعزیٰ تھا۔ یہ عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا کہ حضرت عبداللہ اور ابولہب کی مائیں اپنی اپنی تھیں۔ یہ شخص انتہائی بخیل، کنجوس اور زر پرست تھا۔ ربیعہ بن عباد کی روایت کے مطابق ابولہب بھینگا تھا۔ ابن درید کے مطابق یہ شخص جنسی آوارگی میں بھی مبتلا تھا۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک مرتبہ اس پر یہ الزام بھی لگایا گیا تھا کہ اس نے کعبے کے خزانے سے دو ہرن چرا لئے ہیں۔ مکہ کے لوگ اس کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے۔ دولت پرستی نے اسے پرلے درجے کا بزدل بنا دیا تھا بدر کے موقع پر اس نے پیسے دے کر عاص بن ہشام کو اپنی جگہ لڑنے کے لئے بھیجا تھا۔

حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے ابولہب کے خاندان سے تعلقات مناسب تھے شاید یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے دو بیٹیوں کے رشتے بھی اس کے دو بیٹوں سے طے کئے تھے، لیکن عتبہ اور عتیبہ دونوں نے بغض، حسد اور اپنی ماں اور باپ کے اکسانے پر دونوں شاہزادیوں کو طلاق دے دی تھی۔ بعض مؤرخین نے رقیہ اور ام کلثوم کے نکاح کی نفی کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ صرف منگنیاں ہوئی تھیں اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ نکاح ہوئے تھے لیکن ازدواجی بسر اوقات کی نوبت نہ آئی تھی۔ حضور ﷺ نے عتبہ کے بارے میں کہا تھا کہ اے اللہ! عتبہ پر اپنے کتوں میں سے کوئی کتا مسلط فرما دے۔ اسی دعا کا نتیجہ تھا کہ ایک سفر میں اسے ایک شیر نے چیر پھاڑ ڈالا۔

بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب سے جس وقت قبائل عرب نے سماجی مقاطعہ کر دیا اور آپ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تو ابولہب نے بنو ہاشم سے علیحدگی اختیار کر لی۔ سب وشتم سے لے کر عملی ایذا رسانی تک یہ حضور ﷺ کو ستاتا۔ سورہ لہب ابولہب کی بربادی اور تباہی کا اعلان کرتی

ہے۔حق دشمنی کے عبرت ناک عواقب نے اس بدبخت کو ایسے گھیرا کہ جس بیٹے کو قابل صد ناز سمجھتا تھا، جنگلی درندے نے چیر پھاڑ کر ادھیڑ دیا۔ افلاس نے کمر توڑ دی۔ چیچک ایسے موذی مرض میں مبتلا ہوگیا، اور پھر ذلیل ہوکر اس طرح مرا کہ بدن سے بدبو اٹھ پڑی، کوئی زندہ شخص اس کے قریب نہ جاتا۔ مرتے ہوئے کتوں جیسی آوازیں نکالتا۔ لوگوں نے تنگ آکر جس کوٹھری میں رہتا تھا وہی اس پر گرادی۔ جس دین کی دشمنی میں وہ سڑ کر ذلیل ہوا، اس کی بچی ہوئی اولاد نے اسی دین کو قبول کرلیا۔

قرآن مجید نے ابولہب کا جو عبرت ناک انجام بیان کیا اس کے لئے تعبیر یہ اختیار کی کہ اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے، یعنی وہ اپنے مقصد میں ناکام ہوگیا۔ اپنی قوت نظری اور قوت عملی دونوں جس مقصد کے لئے کھپادی وہ اسے حاصل نہ ہوسکا۔ دو ہاتھ ٹوٹنے سے مراد، ناکام ہونا ہے، یہ بھی کہ وہ عملاً برباد ہوگیا۔

ماکسب سے مراد بعض مفسرین نے کمایا ہوا مال لیا ہے۔ اور بعض نے اس سے مراد اولاد لی ہے۔ تاویلات ماتریدیہ نے دونوں ہاتھوں سے مراد احسان اور مدد کے ہاتھ لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ کی گستاخی نے تمام محاسن کو ضائع کردیا احسان اور مدد دونوں کی تاریخ مسخ ہوگئی۔

"وتب" اخبار بعد اخبار ہے۔ ابولہب سارے کا سارا تباہ ہوگیا۔

علامہ اسماعیل حقی نے یہاں ایک سوال اٹھایا کہ ابولہب کا ذکر کنیت سے کیوں کیا گیا؟ اصلی نام قرآن مجید نے نقل نہ کیا، خود ہی جواباً ارشاد فرمایا یہاں کنیت تکریم کے لئے نہیں ہے بلکہ نام نہ لینا اظہار کراہت ہے کیونکہ اس کے نام میں بھی قباحت تھی کہ وہ ایک بت کی طرف منسوب تھا۔

مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝

اُسے اُس کا مال کچھ کام نہ آیا اور نہ ہی وہ جو اُس نے کمایا

مکہ کا سب سے بڑا دولت مند شخص جس کی مال کی تجوریاں بھری رہتیں، سونے کی چمک دمک اس کی نگاہوں کو خیرہ رکھتی، فطری چالاکیوں سے ریاست اس کے قدموں کی خاک بنی رہتی۔ انتہائی رنگت والا، بھینگا شخص اپنے جیسا کسی کو تصور نہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جب اسے اپنی گرفت میں لے لیا تو نہ مال کام آیا اور نہ اولاد اسے انجام کار کی نحوست سے بچاسکی۔ آیت میں "ماکسب" سے مراد کمائی ساری منفعتیں اور اولاد ہے۔ مغرور، متکبر اور تیرہ فطرت ابولہب ریاست، مال اور اولاد کی محبت میں گم ہوکر روحانی عظمتوں کے آسماں کی طرف تھوکتا تھا۔ تعزیرات اور بربادیوں نے اسے سڑی ہوئی لاش بنا کر عبرت عالم کردیا۔

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝

وہ جلد ہی اُس آگ میں جا ملے گا جس کے شعلے بھڑک رہے ہیں

ابولہب وہ ابولہب جسے ذی المجاز کے بازار میں دیکھا گیا کہ محمد ﷺ پکار پکار کر لوگوں سے کہتے جس نے اقرار کرلیا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ نجات پا گیا، تو یہ حضور ﷺ کی ایڑیوں پر پتھر مارتا اور آپ ﷺ کے پاؤں مبارک سے خون جاری کردیتا اور چلا چلا کر کہتا یہ شخص "معاذ اللہ" جھوٹا ہے اپنے انجام کو جا پہنچا، اس کے ذلت کی موت مرنے کے بعد قرآن حکیم نے واشگاف لفظوں میں کہہ دیا کہ وہ شعلہ زن آگ میں پہنچنے والا ہے۔ آگ سے مراد نار جہنم ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آگ سے مراد دنیا میں اس کا ذلیل ہونا ہو۔

قرآن مجید کی اس آیت میں اسلوب بیان اور طرز ادا کی نورنگی ملاحظہ ہو کہ ابولہب کی کنیت اور آگ کے لئے "ذات لهب" لانا کتنے دقیق، تناسق اور تناسب پر دلالت کررہا ہے۔ سورت کا تعبیر اسلوب انتہائی دلکش ہے اور ایک ایک حرف معنویت سے بھرا پڑا ہے۔

وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝

اور اُس کی وہ بیوی بھی جو لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی ہے

اس آیت سے ابولہب کی بیوی ام جمیل کا گستاخانہ رویہ بیان ہورہا ہے۔ یہ عورت حرب کی بیٹی تھی، ابوسفیان کی سگی بہن، معاویہ کی پھوپھی اور رشتے میں یزید بدبخت کی دادی لگتی تھی۔ ابولہب کا گھر بالکل حضور ﷺ کے پڑوس میں تھا۔ ابولہب کی طرح ام جمیل بھی حضور ﷺ کے لئے جنون عداوت میں مبتلا تھی۔ خود پسندی اور غرور نے اس کو اندھا کر رکھا تھا۔ خاوند اگر حضور ﷺ کو پتھر مارتا تو یہ رحمت عالم کی راہوں میں کانٹے بچھاتی، غیظ وغضب میں جھونکتی۔

مسند بزاز میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورہ لہب کی جب پہلی آیت اتری تو ام جمیل آئی جہاں رسول اللہ

تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکرؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ آپ ایک طرف ہو جائیں یہ عورت کہیں آپ کو اذیت نہ پہنچائے۔ آپ نے فرمایا میرے اور اس کے درمیان اللہ کوئی آڑ کھڑی کر دے گا۔ وہ پہنچی اور حضرت ابوبکرؓ سے کہنے لگی تمہارے دوست نے ہماری ہجو کی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا رب کعبہ کی قسم نہ وہ شعر کہتے ہیں اور نہ کسی کا برا بولتے ہیں۔ کہنے لگی تم یقیناً تصدیق کے لائق ہو، جب وہ واپس گئی حضرت ابوبکرؓ عرض کرنے لگے وہ آپ کو دیکھ نہ پائی، حضور ﷺ نے فرمایا ایک فرشتہ نے مجھے چھپائے رکھا۔

قرآن مجید کی متذکرہ آیت رہتی دنیا تک اس گھٹیا عورت کے گندے کردار کو بے حجاب کرتی رہے گی۔ سوچا جائے تو یہ ایک خاندان تھا جس نے اسلامیان در رسالت کو دردناک تعلیفیں اور ایذیتیں پہنچائی۔ اللہ کی کتاب نے اسے دوش پر ایندھن اٹھانے والی عورت کہہ کر یاد کیا۔ اس جملے کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ یہ عورت کندھوں پر کانٹے دار جھاڑیاں اٹھا کر لاتی اور حضور ﷺ کی راہ میں ڈالتی تا کہ آپ کے پاؤں میں چبھ جائیں۔ بعض دوسرے مفسرین نے بخل کی شدت، کنجوسی اور حد سے کنایہ قرار دیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس جملے اور فقرے کا مطلب یہ ہے کہ یہ عورت قیامت کے دن دوسروں کے بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوگی۔

ممکن ہے اس جملے میں یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ کندھوں پر آگ جلانے کے لئے لکڑیاں اٹھائے پھرتی تھی، مفہوم یہ ہو کہ وہ لگائی بجھائی کرتی تھی۔ خاوند کو حضور ﷺ کے خلاف اکساتی اور بھڑکاتی، یقیناً وہ شخص اور وہ عورت جو دنیا میں حسد، بغض اور حقارت کی آگ روشن کرنے کے لئے یہ گندہ کردار ادا کرلے وہ دوزخ کی آگ بھڑکانے والا ہوتا ہے۔ کسی کو دکھ دینے کے لحاظ سے ایک فرد بھی معاشرے پر سنگین بوجھ ہو جاتا ہے۔ اس خاندان کی بد بختگی کہ یہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں بکتے، ہرزہ سرائیاں کرتے اور راہوں میں کانٹے بچھاتے۔ اللہ رب العالمین نے انہیں دائمی عذاب اور ذلت میں گرفتار کرلیا اور سورہ لہب نے اعلان کر دیا کہ حضور ﷺ کا ہر دشمن اور گستاخ انہی ابدی لعنتوں میں گرفتار رہے گا۔ بری سازشیں اور بدتمیز تدبیریں خود ہی آگ کے شعلے ہیں اور مونجھ کی رسیاں جو گستاخوں کو سولی پر لٹکاتی رہتی ہیں۔ ہاں جو ایمان لے آئیں اور اچھے اعمال اپنالیں ان کی کہانی کسی دوسرے محور کی حرکت سے بدل جاتی ہے۔ یہ انجام تو کفر اور گستاخی کا ہے۔

فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝

اس کے گلے میں کھجور کی چھال کی رسی ہے

جید کی جمع اجیاء ہے۔ اس کا معنی گردن ہوتا ہے اور مسد کھجور کے پتوں اور شاخوں سے تاؤ دے کر تیار کئے جانے والا رسا ہوتا ہے۔ ایک مغرور، ڈھیٹ اور تندخو، کنجوس اور بخیل عورت جس نے ایک موقع پر اپنے گلے کے طلائی ہار کو حضور ﷺ کی عداوت میں خرچ کرنے کا عندیہ دیا، قرآن حکیم نے کتنی بلاغت کے ساتھ فرمایا کہ یہ اپنے آپ کو دولت منداور معزز گھرانے کی عورت سمجھنے والی بدکردار اس ذلت کا شکار ہوگئی کہ اس کے گلے میں مونجھ یا کھجور کے پتوں سے بٹا ہوا رسا ڈالا جائے گا اور روایات میں آتا ہے کہ جنون عداوت نے انہیں افلاس میں اس قدر گرا دیا کہ ان کو لکڑیاں فروخت کر کے گزر اوقات کرنا پڑتا، گویا یہ آیت ذلت اور رسوائی کے لئے کنایہ ہے۔ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کیفیت ام جمیل کے ساتھ نار جہنم میں ہوگی، جب اسے محکم رسوں میں جکڑ کر دوزخ میں پنچا جائے گا۔

مرہ ہمدانی کہتے ہیں ام جمیل کا معمول تھا کہ وہ جنگل سے کانٹے دار جھاڑیاں کاٹ کر لاتی کہ حضور ﷺ کی راہ میں بچھائے۔ ایک دن حسب دستور لکڑیاں لا رہی تھی کہ تھک گئی اور ستانے کے لئے ایک پتھر پر بیٹھی تو ایک فرشتہ نے اسے پیچھے کھینچ کر نیچے گرا دیا۔ اس طرح لکڑیاں جس رسے سے باندھی ہوتی وہ اس کے لئے پھانسی کا کام کر گیا اور اس طرح وہ وارد جہنم ہوگئی۔ اس آیت سے مراد ام جمیل کی یہ رسوا کن موت ہے۔ **واللہ اعلم بار الٰہا!**

تو ہی باران رحمت نازل کرتا ہے
تیرے ہی حکم سے شگوفے چٹک کر پھول بنتے ہیں
اے میرے اللہ!
تو نے جیسے ابولہب کو گستاخیوں کی وجہ سے بھڑکتی آگ میں جھونکا
آج بھی ہر رشدی ملعون کے لئے آگ کے شعلے بھڑکا
وہ قوم جو تیرے نبی کے خاکے بنا کر تیری قدرت
کا مذاق اڑائے

اس پر آگ برسا
شعلے بپا کر
انہیں دوزخ کا ایندھن بنا۔۔۔۔۔!

یا
عشاق کے بازوؤں میں توانائی پیدا کر
کہ
وہ گندی قوم کا احتساب خود کرسکیں
ہمارے رب تو نے ام جمیل کی گندی گردن میں
رسے ڈالے
تیرے جلال کا تجھے عظیم واسطہ
ہر تسلیمہ نسرین کی گردن میں بٹے ہوئے رسے ڈال
مسلمانوں کو شعور عطا فرما
کہ
وہ سمجھیں۔۔۔۔
وہ جانیں۔۔۔۔
ان کا عقیدہ ہو۔۔۔
محکم ایمان
مضبوط نظریہ
ناقابل شکست تصدیق
آبروئے ما زنام مصطفےٰ است

☆☆☆

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

اچھے اخلاق کی تکمیل بعثتِ نبوی کا مقصدِ اعظم ہے

عن مالک انه بلغه ان رسول الله ﷺ قال بعثت لاتمم حسن الاخلاق

(موطا امام مالک ماجاء فی حسن الخلق ص ۷۰۴)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تک یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔

مفتی محمد صدیق ہزاروی

یہ حدیث بنیادی طور پر تین باتوں پر مشتمل ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث شریف سے حسن اخلاق کی اہمیت اور قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے، کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے حسن اخلاق کی تکمیل کو اپنی بعثت کے مقاصد میں شمار فرمایا اور یہ بات واضح ہے کہ بعثت اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب شخصیت کو انسانیت کی راہنمائی کے لئے بھیجنے کا نام ہے۔ اس لئے بعثت کے مقاصد کو خود خالق کائنات نے متعین فرمایا، بنابریں حسن اخلاق کی تکمیل کے سوتے حکم خداوندی یعنی وحی سے پھوٹتے ہیں۔

دوسری بات جس پر حدیث دلالت کرتی ہے یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے پیغامات اور نبوت میں اخلاق حسنہ کی تکمیل شامل تھی کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد حسن اخلاق کی تعلیم نہیں بلکہ تکمیل حسن اخلاق بیان فرمایا اور تکمیل تب ہی ہوتی ہے جب کوئی چیز پہلے سے موجود ہو۔

گویا آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء کرام و رسول عظام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا وہ سب اچھے اخلاق کی تعلیم دینے کے لئے تشریف لائے اور میں بھی اسی مقصد کے لئے آیا ہوں لیکن مجھے یہ اعزاز اور امتیاز حاصل ہے کہ میں تعلیم حسن اخلاق کے ساتھ ساتھ اس کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں، حسن اخلاق کا ہی ایک اہم شعبہ حیاء ہے اور رسول اکرم ﷺ سے مروی ایک حدیث میں بتایا گیا کہ پہلی نبوتوں کے کلام سے یہ بات ہے کہ اگر تم میں حیاء نہ ہو تو جو چاہو کرو، گویا اخلاق حسنہ جن کی بنیاد حیاء کو قرار دینا یقیناً درست ہوگا ہر نبی کی نبوت میں اس کا درس موجود تھا۔

اس حدیث سے جس تیسری بات کا ثبوت ملتا ہے وہ مسلمانوں کا اہم عقیدہ ''عقیدہ ختم نبوت'' ہے یعنی رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت کی تکمیل ہوگئی اور آپ کے بعد کوئی نبی کسی بھی شکل میں نہیں آئے گا اور نہ ہی ایسا ممکن ہے اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ کاذب ہے، جھوٹا ہے اور عقیدہ ختم نبوت سے انکار کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، بلکہ ایسے شخص کو مسلمان ماننے والے لوگ بھی مسلمان نہیں رہتے اور اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث سے ختم نبوت کے ثبوت کی وضاحت یوں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حسن اخلاق کی تکمیل کو اپنی بعثت کے مقاصد میں سے قرار دیا، اگر آپ کے بعد کسی اور نبی نے آنا ہوتا تو حسن اخلاق کی تکمیل اس کی ذمہ داری ہوتی آپ کی نہیں اور یہ بات ہر عقلمند آدمی جانتا ہے کہ کسی چیز کی تکمیل کے بعد اس میں کسی اور چیز کو شامل کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ نبی نبوت کے ساتھ نہیں آئیں گے بلکہ وہ شریعت محمدیہ پر عمل کریں گے اور اسی کی تلقین فرمائیں گے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی ختم نبوت کو ایک مثال کے ذریعے یوں واضح فرمایا۔ آپ نے نبوت کو ایک عالیشان مکان سے تعبیر فرمایا، لوگ اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر عش عش کر اٹھتے ہیں اور اس کے ارد گرد چکر لگاتے ہیں وہ اس سے خوب متاثر ہوتے ہیں۔

لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے وہ کہتے ہیں کاش! یہ جگہ پُر ہو جائے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا نبوت کی اس عمارت میں ایک اینٹ کی خالی جگہ میرے آنے سے پُر ہوگئی لہٰذا اب قصر نبوت میں کسی اور کی گنجائش نہیں اس لئے اب کوئی سچا نبی نبوت لے کر نہیں آئے گا اور جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔

خلاق، خُلُق کی جمع ہے اور خلق کا لغوی معنیٰ عادت اور فطرت ہے جب کوئی شخص کسی کام کو کسی ترغیب و تحریص یا کسی ترہیب و تشدید کے خود بخود اور آسانی کے ساتھ کرتا ہے تو یہ خلق ہے، اگر وہ کسی جبر و کراہ کے بغیر نیکی کرتا ہے تو یہ حسن خلق ہے اور اگر اس کی طبیعت گناہ کی طرف مائل ہو اور کسی جھجک کے بغیر گناہ کا مرتکب ہو تو یہ خلق بد کہلاتا ہے۔ گویا کسی کام کو آسانی کے ساتھ ادا کرنے کا نام خلق ہے۔

خلق جس طرح فطری ہوتا ہے اسی طرح انسان اپنی محنت سے بھی خلق تک راہ پالیتا ہے اور اسے فطرت ثانیہ کہتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا دل نماز پڑھنے کی طرف مائل نہیں ہوتا لیکن وہ اپنے آپ پر جبر کر کے نماز کی ادائیگی کرتا ہے اور بلاناغہ نماز پڑھتا ہے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ کسی ترغیب یا ڈانٹ ڈپٹ یا کسی لالچ کے بغیر خود بخود نماز پڑھنے لگتا ہے اور اب اس کے لئے نماز پڑھنا آسان ہو جاتا ہے اور یہ اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔

اب خلق کا استعمال سیرت و کردار کے لئے ہوتا ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اکرم ﷺ کے خلق اور سیرت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ''کان خلقہ القرآن'' آپ ﷺ کی سیرت (خلق) قرآن مجید ہے یعنی جو کچھ قرآن مجید میں مذکور ہے اور قرآنی تعلیمات ہیں وہی آپ ﷺ کی سیرت ہے۔ سیرت کے لئے یہاں خلق کا لفظ استعمال فرمایا۔

اسی لئے رسول اکرم ﷺ کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

انک لعلی خلق عظیم

بے شک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔

یعنی آپ ﷺ کا کردار عمدہ اخلاق کا آئینہ دار ہے۔

حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں، میں نے رسول اکرم ﷺ کی دس سال خدمت کی لیکن آپ نے کبھی بھی مجھے لفظ اف تک نہ کہا، یہ نہ فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا اور نہ یہ فرمایا کہ فلاں کام کیوں نہیں کیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ص ۵۱۸)

حضرت جابر ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کبھی کسی چیز کے سوال پر لفظ "لا" (نہیں) نہیں فرمایا۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ص ۵۱۹)

یعنی اگر کوئی مانگنے والا آپ کے سامنے دست سوال دراز کرتا اور آپ کے پاس کچھ ہوتا تو ضرور عطا فرماتے۔ یہ آپ کے اخلاق عظیمہ کی عمدہ مثال ہے۔

ایک حدیث شریف میں یوں ہے کہ رسول اکرم ﷺ صبح کی نماز پڑھتے تو مدینہ طیبہ کے خدام پانی کے برتن لے کر آتے تو آپ ﷺ (برکت کے لئے) ان میں اپنا دست مبارک ڈالتے اور بعض اوقات ٹھنڈی صبح ہوتی تب بھی آپ ﷺ اپنا دست مبارک اس میں ڈالتے۔ (ایضاً)

خلق یا اخلاق کا اطلاق اگرچہ حسن سیرت پر ہوتا ہے لیکن جس طرح اب بری عادت کو خلق نہیں کہا جاتا بلکہ اچھے اخلاق اور اچھے کردار پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، اسی طرح اب عرف عام میں اخلاق اچھے رویہ، خندہ پیشانی اور عمدہ گفتگو کے ساتھ پیش آنے کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نہ صرف خود اچھے اخلاق کے مالک تھے، آپ کو معلم و مبلغ اخلاق حسنہ بنا کر بھیجا گیا تھا، اس لئے آپ خود بھی اچھے اخلاق سے پیش آتے اور دوسروں کو بھی اسی بات کا حکم دیتے۔

حضرت معاذ بن جبل ﷺ کو رسول اکرم ﷺ نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا وہ فرماتے ہیں: جب میں نے سواری کی رکاب میں پاؤں رکھا (یعنی رخصت ہونے لگا) تو رسول اکرم ﷺ نے مجھے وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

احسن خلقک للناس معاذ بن جبل (مؤطا امام مالک: ص ۷۰۴)

"اے معاذ بن جبل لوگوں سے حسن اخلاق کے ساتھ پیش آنا"

اس لئے رسول اکرم ﷺ کی امت پر بھی لازم ہے کہ حسن اخلاق کا مظاہرہ کریں، یہی وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے دشمنان اسلام کو بھی دامن اسلام سے وابستہ کیا جا سکتا ہے لیکن یہ بات بھی ضروری ہے کہ مداہنت و منافقت اور حسن اخلاق میں فرق کیا جائے، دین کے خلاف ہرزہ سرائی اور رسول اکرم ﷺ کی گستاخی پر خاموش رہنا اور غیرت ایمانی کا مظاہرہ نہ کرنا اور اسے حسن اخلاق قرار دینا قطعاً غلط ہے بلکہ یہ مداہنت اور منافقت ہے اور غیرت ایمانی سے محرومی کی دلیل ہے۔

دور حاضر میں امت مسلمہ بالخصوص نئی نسل کا ایک معتدبہ حصہ اچھے اخلاق سے عاری ہے۔ بڑوں کا ادب مفقود ہے، گفتگو میں شائستگی ناپید ہے، دینی اقدار سے لاعلمی بلکہ ان کا مذاق کلچر بن چکا ہے۔

اخلاقی گراوٹ کی بنیادی وجوہ میں تین طبقے بہت نمایاں ہیں:

پہلا طبقہ:

مغربی ذہنیت کے حامل افراد کا اقتدار پر قبضہ ہے جن کی سرپرستی میں میڈیا نے فحاشی اور عیاشی کا کلچر عام کیا اور اسلام کی اعلیٰ اخلاقی اقدار کو پس پشت ڈال دیا بلکہ گذشتہ کئی سالوں سے حالات بد سے بدتر ہی نہیں بدترین ہوتے جا رہے ہیں۔

دوسرا طبقہ:

دوسری بات فرقہ پرست جماعتوں کا وجود نا مسعود ہے۔ جنہوں نے غیر مسلموں کا آلۂ کار بن کر دین اور مذہب کے نام پر ایسے افکار کو پروان چڑھایا جو قرآن و سنت سے متصادم اور اسلاف کی عزت و ناموس پر ناپاک حملہ ہے۔ اس سازش کے نتیجے میں محراب و منبر اخلاقیات کی تعلیم و تبلیغ سے محروم ہو گئے۔

تیسرا طبقہ: مادہ پرست پیروں کا ہے جن آستانوں سے اعلیٰ اخلاقی تربیت ہوتی تھی آج وہاں دولت کی ریل پیل دیکھ کر مرید اپنے مرشد کی اتباع میں دنیا پرستی اور اس کے لئے اخلاقی قدروں کو کچل دینا خود ساختہ روحانیت کی معراج سمجھتا ہے۔

☆☆☆

اہلِ بیتِ اطہار اور احادیثِ رسول ﷺ

پیر سید خضر حسین چشتی

رسول انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث سے بے نیاز ہوکر قرآنی تعلیمات کو سمجھنا اور احکامات خداوندی کو عملی شکل دینا ممکن نہیں ، حضور ﷺ کے ارشادات وفرامین امت کے لئے مشعل راہ ہیں ۔ جولوگ حدیث شریف کی طرف سے آنکھیں بند کر کے دینی ، دنیاوی ، سیاسی ، مذہبی اور اعتقادی مسائل حل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں وہ پرلے درجے کے جاہل اور بے وقوف ہیں ۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ صاحب قرآن کے وسیلے کے بغیر اسلامی امور کو پہچانا جاسکے ۔

آج کے دور میں احادیث رسول ﷺ کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے جو در پردہ کام ہو رہا ہے وہ نہایت خطرناک ہے ۔ وہ احادیث جو اللہ کے مقبول بندوں کی عظمت کی گواہ ہے ان کو کتابوں سے نکالا جا رہا ہے ۔ کچھ احادیث کے الفاظ کو بدلا جا رہا ہے ۔ یہ کام عرب و عجم میں بڑے زور وشور سے ہو رہا ہے ۔

اور وہ لوگ بھی بلاشبہ قابل مذمت ہیں کہ ہر اس حدیث کو ضعیف کہہ کر مسترد کر دیتے ہیں جو ان کے سطحی نظریات کے خلاف ہو ۔ ان کی روش نے ملت اسلامیہ کو مختلف فرقوں میں تقسیم کر کے اسلامی وحدت کو بے حد نقصان پہنچایا ہے ، یہی وجہ ہے کہ آج عالم اسلام کا شیرازہ اس قدر منتشر ہو چکا ہے کہ اس کو یکجا کرنے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی ۔ اہل اسلام کی حالت یہ ہے کہ بھائی کا بھائی گلا کاٹ رہا ہے ۔ لسانی اور صوبائی عصبیتیں جنم لے رہی ہیں ۔

افسوس ہے دیانت وانصاف کے ان بے رحم قاتلوں پر جنہوں نے اپنے انتقامی جذبوں کی تسکین کے لئے معصوم ذہنوں میں زہر گھولا اور صدیوں سے رائج اسلامی روایات کو شرک وبدعت سے تعبیر کر کے مسلمانوں کے مابین افتراق کا بیج بویا ۔

آیئے احادیث کی روشنی میں دیکھیں کہ مقام اہل بیت رسول کیا ہے اور رسول کریم ﷺ نے اپنی اولاد وعترت کے بارے میں کیا ارشادات فرمائے ہیں ۔

حدیث نمبر۱

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن اپنی اونٹنی قصواء پر خطبہ دیتے ہوئے میں نے سنا آپ نے فرمایا :

’’اے لوگوں ! میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے پکڑے رکھوگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے ۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن عزیز) اور میرے گھر والے ’’عترت واہل بیت ‘‘

(جامع ترمذی شریف ج۲ص۲۱۹ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

حدیث نمبر۲

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے ان کو مضبوطی سے تھامے رکھا تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے ۔ ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی رسی ہے اور میری عترت یعنی اہل بیت اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گی ۔ پس دیکھو کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو

(جامع ترمذی ج۲ص۲۱۹)

حدیث نمبر۳

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا :

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو وہ تمہیں نعمتوں سے غذا عطا فرماتا ہے اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرو اور میرے اہل بیت سے میرے سبب محبت کرو ۔ (ترمذی شریف ج۲ص۲۱۹)

مندرجہ بالا تینوں احادیث جو امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۷۹ھ) نے اپنی عظیم ترین کتاب ’’جامع ترمذی ‘‘ میں نقل فرمائی ہیں ، ان سے سرکار علیہ السلام کے گھر والوں کی عظمت کا پتہ چلتا ہے اور یہ ارشادات حضور ﷺ کی وصیت کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ اہل بیت رسول کی محبت وعقیدت کے بغیر ایمان ناقص اور دین نامکمل ہے مگر حیرت اس بات پر ہے کہ بعض لوگ آپنے آپ کو مسلمان بھی کہلواتے ہیں لیکن اگر ان کے سامنے شافع محشر ﷺ کی آل وعترت کی شان وعظمت کا تذکرہ بیان ہو تو ان کی حالت خار بست پر برہنہ پشت زبردستی لٹائے ہوئے انسان کی طرح دکھائی دیتی ہے ۔ خدا جانے ان کے دل کے تہ خانے بغض آل محمد سے اتنے لبریز کیوں ہیں ؟

حدیث نمبر۴

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے کعبہ شریف کا دروازہ پکڑے ہوئے فرمایا (تاکہ اس حدیث کی اہمیت سننے والوں پر واضح ہو) کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا:

خبردار کہ تم میں میرے اہلِ بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے۔ جو اس میں سوار ہو گیا وہ ہلاک ہونے سے بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔

(رواہ احمد، مشکوۃ المصابیح ج ثانی صفحہ ۵۹۵، مطبوعہ المطبعۃ العربیہ لاہور باہتمام دار العلوم نصیریہ)

مذکورہ حدیث مقدسہ سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اہلِ بیتِ رسول کی محبت کا دامن چھوٹ جانا ہر طرح کی تباہی و بربادی کا موجب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح طوفان نوح علیہ السلام کے وقت ذریعۂ نجات صرف کشتی نوح علیہ السلام تھی اسی طرح تا قیامت ذریعۂ نجات صرف محبت اہل بیت اور ان کی اطاعت و اتباع ہے، بغیر اطاعت اور اتباع کے دعویٰ محبت ناروا ہے۔

حدیث نمبر۵

اس پر جنت حرام ہے:۔

سید عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

اس شخص پر جنت حرام ہے، جس نے میرے اہلِ بیت پر ظلم کیا اور میری اولاد کے بارے میں مجھے تکلیف دی۔

(نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار، صفحہ نمبر ۱۱ مطبوعہ مصر سن اشاعت ۱۹۶۳ء)

یزید لعین کو پیدائشی جنتی کہنے والے بغض و عناد اور تعصب کی عینک اتار کر، انصاف کا دامن تھام کر اس حدیث مبارکہ کو سامنے رکھ کر ذرا تھوڑی دیر کے لئے غور کریں تو حقیقت خود بخود آشکارا ہو جائے گی۔

سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں کا کچھ حصہ اگر مفلوج ہونے سے بچ گیا ہو تو سرکار ﷺ کے ارشادات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں اور بتائیں کہ کربلا کے مسافروں پر ظلم کرنے اور اولادِ رسول کو تپتی ہوئی ریت پر ذبح کرنے کا حکم دینے والا اور دندانِ حسین پر اپنی ناپاک چھڑی سے ضربیں لگا کر رسولِ خدا ﷺ کو اذیت پہنچانے والا کس طرح جنت کا مستحق ہو سکتا ہے۔

حدیث نمبر۶

سر اور آنکھیں:

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

میرے اہلِ بیت کو اپنے درمیان وہ مقام دو جو جسم میں سر کا اور سر میں آنکھوں کا مقام ہے اور سر آنکھوں ہی سے ہدایت پاتا ہے۔

(الشرف المؤبد لال محمد ص ۲۸ مطبوعہ مصر)

مندرجہ بالا حدیثِ پاک پر غور کرنے سے جو بات نکھر کر سامنے آئی وہ یہ ہے کہ حضور خواجہ گیہاں ﷺ کے اہل بیت اور اولاد و عترت کا مقام بہت بلند اور نہایت نازک ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل بیت کی تعظیم و تکریم بہت ضروری ہے۔ جبھی تو سرکار ﷺ اپنی امت کو یہ حکم فرما رہے ہیں کہ "میرے اہل بیت کو اپنے درمیان وہ مقام دو جو جسم میں سر کا اور سر میں آنکھوں کا ہے" سر ہی جسم سے بلند ہے، سر پر عظمتوں کے تاج سجائے جاتے ہیں۔ کس قدر بدبخت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اہل بیت کے سروں کو نیزوں کی انیوں پر اچھالا۔

خیال رہے کہ جس طرح سر آنکھوں کے ذریعہ سے راہ پاتا ہے اسی طرح ملتِ اسلامیہ کو چاہئے کہ اہلِ بیت رسول کے عمل و کردار کی روشنی میں راہِ ہدایت پر گامزن ہو۔

حدیث نمبر۷

تم میں سے بہتر وہ ہے:

علامہ زماں حضرت شیخ محمد بن الصبان علیہ الرحمہ والرضوان اپنی عظیم کتاب اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ و فضائل اهلِ بیتہ الطاهرین میں حضرت امام حاکم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا:

کہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو میرے بعد میری اہل بیت کے حق میں اچھا ہو۔

(اسعاف الراغبین علی ہامش نور الابصار ص ۱۱۱)

حدیث نمبر ۸

اچھے سلوک کی تلقین:

ابن سعد اور ملا نے اپنی سیرت میں ذکر کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

میرے اہلِ بیت کے ساتھ اچھا سلوک کرو میں قیامت کے دن ان کی طرف سے تمہارے ساتھ مخاصمت کروں گا اور جس سے میں مخاصمت کروں گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے مخاصمت کرے گا اور جس سے اللہ تعالیٰ مخاصمت کرے گا اسے دوزخ میں ڈال دے گا۔

(اسعاف الراغبین علی ہامش نور الابصار ص ۱۱۱)

مخاصمت: کے معنیٰ عداوت و مخالفت اور دشمنی کے ہیں جس سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ اہلِ بیت کا دشمن خدا اور رسول کا دشمن ہے اور جو آلِ پیغمبر ﷺ کی مخالفت کرے گا قیامت کے روز خدا و رسول ﷺ اس کی مخالفت کریں گے اور وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

حدیث نمبر ۹

درازیٔ عمر دراز:

امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید ؓ سے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

جو شخص میری اولاد سے مجھے اذیت دے گا اللہ تعالیٰ کا اس پر شدید ترین غضب ہو گا۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے عطا فرمایا ہے اس سے لطف اندوز ہو۔

تو اسے میرے اہلِ بیت کے بارے میں میرا اچھا جانشین ہونا چاہئے اور جو ان کے بارے میں میرا جانشین نہ ہوا (یعنی میری طرح ان سے محبت نہ کی) تو اس کی عمر کاٹ دی جائے گی اور وہ قیامت کے روز میرے پاس سیاہ چہرے لے کر آئے گا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۸۶)

حدیث نمبر ۱۰

سال کی عبادت:

حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

آلِ محمد ﷺ کے ساتھ ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے افضل ہے اور جو ان کی محبت میں مر جائے وہ جنت میں داخل ہو گا۔

اوپر والی حدیث کو ایک بار پھر پڑھ لیں اور غور فرمانے کے بعد فیصلہ کریں کہ سرکار ﷺ کی بات پر عمل کرنا ہے یا اس مولوی کی خرافات پر جو اہل بیت کا دشمن اور یزید کا حامی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱

WWW.NAFSEISLAM.COM

حب آلِ محمد ﷺ

شیخ اکبر امام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ بن عربی نے اپنی تفسیر میں، امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں، علامہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح البیان میں، علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں، علامہ شبلنجی نے نور الابصار میں، امام یوسف بن اسماعیل نبہانی نے الشرف المؤبد لآل محمد ﷺ میں سرکار ﷺ کی ایک طویل حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص آلِ محمد ﷺ کی محبت پر فوت ہوا۔ اس نے شہادت کی موت پائی۔ خبردار! جو شخص آلِ محمد ﷺ کی محبت پر فوت ہوا وہ اس حال میں فوت ہوا کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ خبردار! جو آلِ محمد ﷺ کی محبت پر فوت ہوا وہ تائب ہو کر فوت ہوا۔ خبردار! جو آلِ محمد ﷺ کی محبت پر فوت ہوا وہ مومن مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوا۔ خبردار! جو آلِ محمد ﷺ کی محبت پر فوت ہوا اسے پہلے ملک الموت اور پھر منکر نکیر جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ اچھی طرح سن لو جو شخص آلِ محمد ﷺ کی محبت میں فوت ہوا اس کو بڑے اعزاز کے ساتھ جنت میں داخل کیا جائے گا جیسے دلہن کو اعزاز کے ساتھ دلہا کے گھر پہنچایا جاتا ہے۔ خبردار! جو آلِ محمد ﷺ کی محبت پر فوت ہوا اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ خبردار! جو آلِ محمد ﷺ کی محبت پر فوت ہوا اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بنا دیتا ہے۔ سن لو کہ جو شخص آلِ محمد ﷺ کی محبت پر فوت ہوا وہ مسلکِ اہلِ سنت و جماعت پر فوت ہوا۔

بغضِ آلِ محمد ﷺ:

کان کھول کر سن لو جو شخص آلِ محمد ﷺ کے بغض پر مرا، وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ الفاظ لکھے ہوں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید (مایوس) ہے" خوب ذہن نشین کر لو جو شخص آلِ محمد ﷺ کے بغض پر مرا وہ کافر مرا۔" خبر دار! جو شخص بغض آلِ محمد ﷺ پر مرا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔

(تفسیر ابنِ عربی ج ثانی ۳۳۴ مطبوعہ بیروت، تفسیر کبیر ج ۲۷ - ۱۶۵، ۱۶۶ مطبوعہ ایران، تفسیر روح البیان ج ۸ ص ۳۱۲، نور الابصار ص ۱۱۴، ۱۱۵ مطبوعہ مصر، الشرف المؤبد لال محمد ﷺ ص ۷۴ مطبوعہ مصر)

رسول کریم ﷺ کے ارشادات سے یہ امر روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گیا کہ حب اہل بیت کے بغیر ایمان نامکمل ہے اور جس کے دل میں حب آلِ رسول موجود ہو اس کو دونوں جہان میں عظمتوں سے ہمکنار، بلندی سے سرفراز اور شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز کیا جاتا ہے۔

اور جس کے دل میں بغض آلِ رسول ﷺ ہو اس کی بدبختی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے نا امید اور جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا اور کفر کا بوجھ اٹھائے قیامت کے دن ذلیل و خوار پھرے گا۔

وہ لوگ جن کے دلوں میں حب عترت پیغمبر کی خوشبو بسی ہوئی ہے قیامت کے روز انہیں ہر طرح کے انعامات سے نوازا جائے گا اور ان کی قبروں میں رحمت کے فرشتوں کا ہجوم رہے گا۔

مندرجہ بالا روایت سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو تبلیغ اور اشاعت اسلام کے پردے میں سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان و یقین کو کمزور کر رہے ہیں اور سنت رسول ﷺ کو بدعت کا نام دے کر انتشار کا باعث بن رہے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۱۲

حافظ الحدیث امام ابن عساکر نے مولا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"جو میرے اہل بیت کے ساتھ احسان کرے گا میں اسے اس کا بدلہ قیامت کے دن دوں گا"۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۸۷)

حدیث نمبر ۱۳

امام ابن عساکر نے حضرت علی ؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میرے (جسم کے) ایک بال کو بھی اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۸۷)

یزید لعین کی وکالت کرنے والے انصاف کے بے رحم قاتلو! کربلا کے تپتے ہوئے ریگزاروں پر جن کو اذیتیں دے کر ذبح کیا گیا وہ رسول خدا ﷺ کے جگر کے ٹکڑے ہی تو تھے۔

حدیث نمبر ۱۴

حضرت ابن عدی اور امام دیلمی نے حضرت مولا علی ؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

تم میں پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جو میرے اہل بیت سے اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔
(الصواعق المحرقہ ص ۱۸۷)

حدیث نمبر ۱۵

صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

میرے رب نے میرے گھرانے کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ جو ان میں سے توحید اور رسالت کا اقرار کرے گا اس تک یہ اطلاع پہنچا دو کہ میں اسے عذاب نہیں دوں گا۔ (الصواعق المحرقہ ص ۲۳۵)

حدیث نمبر ۱۶

چار آدمیوں کی شفاعت:

سید عالم ﷺ نے اعلان فرمایا۔

قیامت کے روز میں چار آدمیوں کی سفارش کروں گا:

جو میری اولاد کی عزت کرنے والا ہوگا جو ان کی ضروریات کو پورا کرے گا۔

اور جب وہ مجبوری کے عالم میں اس کے پاس آئیں تو وہ ان کے معاملات کو نپٹانے میں کوشش کرنے والا ہوگا۔

اور جو قلب و زبان سے ان کے ساتھ محبت کرنے والا ہوگا۔ (صواعق محرقہ ص ۲۳۹)

حدیث نمبر ۱۷

حضرت امام طبرانی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

کوئی بندہ مومن نہیں ہوسکتا جب تک مجھے اپنی جان سے اور میری اولاد کو اپنی اولاد سے اور میرے اہل کو اپنے اہل سے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ جانے۔ (الشرف المؤبد ص ۸۵)

ہر مسلمان کو چاہیئے کہ ان احادیث پر غور کرے اور ان پر عملی صورت اختیار کرنے کی کوشش کرے۔ ان فرامینِ رسول اللہ ﷺ سے معلوم ہوا کہ جو شخص سرکار علیہ السلام کے اہل بیت پر کوئی احسان کرے گا تو آقا علیہ السلام سے انعام پائے گا اور پل صراط پر ثابت قدم رہے گا اور جو آل رسول کی تعظیم و تکریم کرے گا اور ان کی حوائج پوری کرے گا وہ قیامت کے روز شفاعت رسول ﷺ کا مستحق ہوگا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جو اولادِ رسول میں سے توحید و رسالت کا اقرار کرے گا قیامت کے روز وہ عذاب سے محفوظ رہے گا۔ یہ تمام انعامات عترتِ رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے حاصل ہوں گے۔

حدیث نمبر ۱۸

تین باتیں:

امام دیلمی نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اپنی اولاد کو تین باتوں کا علم سکھاؤ۔ (وہ تین باتیں یہ ہیں) اپنے نبی مکرم ﷺ کی محبت اور اس کے اہل بیت کی محبت کا (ادب سکھاؤ) اور تلاوت قرآن و حدیث کا۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۷۲)

حدیث نمبر ۱۹

حضور نے قسم اٹھائی:

صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہم اہل بیت سے کوئی شخص بغض نہ رکھے ورنہ اللہ تعالیٰ اسے آگ میں داخل کرے گا۔

حدیث نمبر ۲۰

منافق کی پہچان:

امام احمد نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا:

اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔

برادران اسلام! جو شخص آلِ پیغمبر علیہ السلام سے بغض رکھے وہ پکا منافق ہے خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتا ہو، کیونکہ بغض اہل بیت کی بیماری میں گرفتار لوگ تمام فرقوں میں پائے جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۱

آگ کے کوڑے:

امام ابن حجر مکی نے امام طبرانی کے حوالے سے بسند ضعیف حضرت امام حسین علیہ السلام سے مرفوعاً روایت نقل فرمائی ہے۔

ہم سے جو شخص بغض اور حسد رکھے گا اسے قیامت کے روز آگ کے کوڑوں سے حوض کوثر سے ہٹایا جائے گا۔

(الصواعق المحرقہ، ص ۱۷۴)

دیانت و انصاف کا خون کرنے والے یزید کے حامیو، عترتِ مصطفیٰ ﷺ سے بغض رکھنے والے منافقو! ان احادیث پر غور کرو، غضب خداوندی کو دعوت نہ دو قیامت آنے والی ہے۔

حدیث نمبر ۲۲

آل محمد ﷺ پر صدقہ حرام ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

کہ یہ (صدقہ) لوگوں کی میل کچیل ہے اور یہ محمد و آل محمد ﷺ کے لئے حلال نہیں ہے۔ (الشرف المؤبد لآل محمد ص ۳۴)

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے اور ان کو نجاستوں، گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک کرتا ہے اور ان کے اموال ونفوس کو صاف کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی اولاد اور اپنے آپ کے لئے صدقہ کو حرام فرمایا، حتیٰ کہ حضور ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع کو بھی صدقہ لینے سے منع فرمایا۔

سرکار کے غلاموں کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ یہ سچ ہے اور چشم عالم نے بار ہا اس کا مشاہدہ کیا کہ دنیا کے نامور تاجدار اپنے دامن کو پھیلائے حضور کے غلاموں سے بھیک مانگ رہے ہیں۔

لیکن صد افسوس کہ اس دور میں بعض سادات کی رگوں میں صدقہ وزکوٰۃ خون بن کر دوڑ رہا ہے اور دوسری افسوس ناک بات یہ ہے کہ وہ صدقہ خور سادات اپنے آباؤ اجداد کے۔۔۔ یزید کی طرح دشمن۔۔۔ اور خارجیوں کی طرح مخالف ہیں۔۔۔ شائد یہ صدقہ خوری کے اثرات ہیں۔۔۔ یا پھر مال کی میل کچیل کی کارستانی۔

اے حبیب کبریا۔۔۔ اے سید الانبیاء۔۔۔ اے سرور کون ومکاں۔۔۔ اے رحمت عالم ﷺ۔۔۔ اپنی آل کی طرف نظر کرم فرمائیے۔۔۔ ان میں سے بعض کو صدقہ وزکوٰۃ کا چسکا پڑ چکا ہے۔۔۔ یہ آب شور کو آب زلال سمجھ کر پی رہے ہیں۔۔۔ یہ لوگوں کے مال کی میل کچیل کو اپنے پیٹ میں اتار کر اپنے من کو میلا کر رہے ہیں۔

اے ساقی کوثر!۔۔۔ صدقہ خور سادات پر نگاہ پرورش فرمائیے۔۔۔ یہ آہستہ آہستہ کمینی دنیا کی دلدل میں دھنستے جا رہے ہیں۔۔۔ روحانیت کی چمک مکمل طور پر ماند پڑ چکی ہے۔۔۔ چمکدار چہروں پر سیاہی پھیلتی جا رہی ہے۔۔۔ ضمیر مردہ ہوتے جا رہے ہیں۔۔۔ تیرے دین متین کے نام پر سودے بازی کر رہے ہیں۔۔۔ ان کے خون کی سرخی سیاہی مائل ہوتی جا رہی ہے۔

یا رسول اللہ! ان کو سنبھالئے۔۔۔ یہ قعر مذلت میں گرنے کو ہیں، اپنے کرم سے ان کو تھام لیجئے۔۔۔ اپنے لخت جگر حسین علیہ السلام کے حلقوم سے صدقہ کی کھجور نکال کر پھینکنے والے آقا۔۔۔ ان سے صدقہ کے مال کی زنبیلیں چھین لیجئے۔۔۔ رحم فرمائیے۔۔۔ کرم کیجئے۔

حدیث نمبر ۲۳

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں، کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو شخص اس میں سوار ہو گیا وہ بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا غرق ہو گیا۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۰۶، امام ابونعیم متوفی ۴۳۰، مطبوعہ بیروت لبنان)

حدیث نمبر ۲۴

نسب رسول:

حضرت عمر فاروق ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن تمام تعلق اور نسب منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے تعلق ونسب کے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۱۴ مطبوعہ بیروت سن اشاعت ۱۹۸۰ء)

مطلب اس کا یہ ہے کہ کل قیامت کے روز کسی کا حسب ونسب کام نہ آئے گا سوائے حضور ﷺ کے حسب ونسب کے۔

اس حدیث پر وہ لوگ ضرور غور فرمائیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ فضیلت نسبت کوئی چیز نہیں، ایسے عقیدہ میں بھی اہل بیت کا بغض چھپا ہوا ہے جو بعض مواقع پر آگ کی صورت میں ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۵

حضرت امام احمد اور محاملی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت کی کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، مجھے جبرئیل امین نے کہا۔ میں نے زمین کے مشرق ومغرب الٹ ڈالے لیکن میں نے محمد مصطفےٰ ﷺ سے افضل کسی کو نہیں پایا اور میں نے زمین کے شرق وغرب چھان ڈالے، مگر مجھے بنو ہاشم سے زیادہ فضیلت والے کسی باپ کے بیٹے نہیں ملے۔

(الشرف المؤبد ص ۳۸)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اہل بیت رسول، عترت پیغمبر ﷺ اور اولاد بتول رضی اللہ عنہا تمام لوگوں سے حسب ونسب میں افضل ہیں اور اس اعتبار سے ان کا کوئی ہم سر نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۲۶

درود شریف:

امام المحدثین، حافظ الحدیث امام ابوبکر احمد بن حسنین بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفی ۴۵۸ ھج) سنن کبریٰ میں حضرت ابومسعود ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ

اگر میں نماز پڑھوں اوراس میں محمد مصطفیٰ ﷺ اورآپ کی آل پردرودشریف نہ پڑھوں تو میں اس کو مکمل نہیں سمجھتا۔

(السنن الکبریٰ جلد۲ص ۳۷۹مطبوعہ نشرالسنۃ ،ملتان پاکستان)

حدیث نمبر۲۷

حضور ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے نماز پڑھی اور مجھ پراور میرے اہلِ بیت پردرودنہ پڑھااس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔

(الصواعق المحرقہ ص۲۳۳)

حدیث نمبر۲۸

حضرت مولاعلی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے

ہردعا کوروک دیاجاتاہے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ اورآپ کی آل پردرود پڑھاجائے۔

(فیض القدیر ج۵ص ۱۹مطبوعہ مصر سن اشاعت ۱۳۵۶ھج)

حدیث نمبر۲۹

فیض القدیر میں یہ بھی ہے:

اللہ تعالیٰ دعا قبول نہیں کرتاجب تک سرکار ﷺ اورآپ کی آل پردرودنہ پڑھاجائے۔ (فیض القدیر ج۵ص ۱۹مطبوعہ مصر سن اشاعت ۱۳۵۶ھ بحوالہ فضائل الخمسہ من الصحاح الستہ ج اص ۲۴۹)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آلِ رسول ﷺ پردرود پڑھنا بھی آپ ﷺ پردرود پڑھنے کی طرح واجب ہے۔(الصواعق المحرقہ ص۲۳۴)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار:

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم
فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفا کم من عظیم القدر انکم
من لم یصل علیکم لا صلاۃ لہ

اے رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیت تمہاری محبت اللہ رب العزت کے نازل کردہ قرآن مجید میں فرض قراردی گئی ہے تمہارے عظیم القدر ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جوتم پردرودنہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ (الصواعق المحرقہ ص۲۳۴)

مندرجہ بالا احادیث اورامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے آلِ رسول کی فضیلت جوظاہر ہوتی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ نماز و دعا کی قبولیت کارازاس امر میں مضمر ہے کہ نبی ﷺ اورآلِ نبی ﷺ پردرود پڑھاجائے۔

حدیث نمبر۳۰

شفاعتِ رسول ﷺ:

حضور نبی کریم ﷺ، محبوبِ خدا ﷺ کاارشادِ گرامی ہے ہم اہلِ بیت کی محبت لازم پکڑو کیونکہ ہماری محبت والاجوشخص اللہ تعالیٰ سے ملے گا ،ہماری شفاعت سے جنت میں جائے گا۔

اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ہماراحق پہچانے بغیر کسی بندے کاعمل اسے فائدہ نہ دے گا۔

(الشرف المؤبدلال محمد ﷺ ص۸۵)

حدیث نمبر۳۱

محبت اہلِ بیت اورحوضِ کوثر:

سرورعالم،محبوب رب العالمین ﷺ نے فرمایا:

میرے اہلِ بیت اور میرے وہ امتی جوان سے محبت رکھتے ہیں، حوضِ کوثر پر ان دو انگلیوں کی طرح ایک ساتھ وارد ہوں گے (آپ ﷺ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو جوڑ کر ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا)

حدیث نمبر ۳۲

جو یہ چاہتا ہے:

حضرت امام دیلمی بیان کرتے ہیں کہ حضور شفیع عاصیاں ﷺ نے فرمایا "جو شخص وسیلہ چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ میری بارگاہ میں اس کی کوئی خدمت ہو، جس کی بدولت میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

تو پھر اسے میرے اہلِ بیت کی خدمت کرنی چاہئے اور انہیں خوش کرنا چاہئے۔ (الشرف المؤبد لال محمد ﷺ ۸۵)

حدیث نمبر ۳۳

یہودی:

حضرت امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ سے بیان کیا ہے کہ ہمیں رسولِ کریم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا۔

اے لوگو! جو شخص ہم اہلِ بیت کے ساتھ بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا حشر یہودیوں کے ساتھ کرے گا (یعنی اسے یہودی بنا کر اٹھائے گا۔) (الشرف المؤبد لال محمد ﷺ ۹۲)

حدیث نمبر ۳۴

اہلِ بیت کی دشمنی میں مرنے والا:

حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اشرف المؤبد میں امام طبرانی اور امام حاکم کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کی کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اے بنو عبدالمطلب! میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کی دعا کی ہے۔۔۔ **ان یثبت قائمکم** ۔۔۔ تم میں جو دین پر قائم ہے اسے ثابت قدمی عطا فرمائے۔۔۔ **وان یعلم جاھلکم** ۔۔۔ اور تمہارے بے علم کو علم عطا فرمائے۔۔۔ **ویھدی ضالکم** ۔۔۔ اور تمہارے بے راہ کو ہدایت فرمائے۔ اگر کوئی شخص بیت اللہ کے ایک کونے اور مقام ابراہیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ اہلِ بیت مصطفیٰ ﷺ کی دشمنی پر مرجائے تو دوزخ میں جائے گا۔ (الشرف المؤبد ص ۹۲)

حدیث نمبر ۳۵

امام ابن عدی اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **من لم یعرف عترتی والانصار فھو لا حد ثلاث**

جو شخص میری (اولاد) اور میرے مددگاروں کو نہیں پہچانتا (یعنی تعظیم نہیں کرتا) تو اس کی تین میں سے کوئی ایک وجہ ضرور ہو گی۔۔۔ **اما منافق** ۔۔۔ یا تو وہ منافق ہے۔۔۔ **واما لزنیۃ** ۔۔۔ یا وہ حرام زادہ ہوگا۔۔۔ **واما لغیر طھر یعنی حملتہ امہ علی غیر طھر** ۔۔۔ یا جب اس کی ماں اس سے حاملہ ہوئی ہوگی تو وہ پاک نہیں ہوگی۔۔۔ (الشرف المؤبد ص ۹۲)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ وہ شخص نہایت بد بخت ہے، جس کے دل میں بغض رسول کی چنگاریاں سلگ رہی ہیں اور وہ شخص نہایت خوش مقدر ہے جس کے دل میں حب آلِ رسول موجود ہو۔ سرکار ﷺ نے اپنی آل کے حقوق کے تحفظ کے بارے میں جو ارشادات فرمائے ہیں وہ نہایت واضح ہیں۔

یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ حضور ﷺ اور آپ کی آل کا حق پہچانے بغیر کسی شخص کا کوئی عمل اسے فائدہ نہیں پہنچائے گا اور وہ شخص شفاعتِ رسول ﷺ سے قیامت کے روز محروم رہے گا۔ جس کے دل میں بغض آلِ رسول ﷺ ہو، قیامت کے دن اس کا حشر یہودیوں کے ساتھ ہوگا، جو دنیا کی ذلیل ترین قوم ہے۔ دشمنِ اہلِ بیت قرآن وحدیث کی رو سے پکا منافق ہے اس کی منافقت پر کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ خیال رہے کہ بعض لوگ توحید کے نام پر نہایت ظالمانہ رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں، جس کے سبب ملتِ اسلامیہ مختلف گروہوں میں بٹ چکی ہے، وحدت ویکجہتی کی بجائے صوبائی، لسانی، نسلی اور خاندانی تعصب کا شکار ہو چکی ہے۔ بعض لوگ تو جان بوجھ کر ایسا کر رہے ہیں اور بعض لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں، جو لوگ مغالطہ دیئے گئے ہیں انہیں ہمارے دلائل سوچنے پر ضرور مجبور کریں گے، جو اپنے خبثِ باطن کے

ہاتھوں مجبور ہیں ان پر قرآن وحدیث بہت ہی کم اثر انداز ہوتے ہیں، اس لیے وہ اپنی گستاخانہ روش کے باعث اسلام سے ایسے نکل جاتے ہیں جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، ان کو ہر بات شرک اور ہر کام بدعت نظر آتا ہے۔ سعید الفطرت انسانوں کے لئے تو اشارہ ہی کافی ہے مگر اشقیاء کو پہاڑوں کی طرح مضبوط اور وزنی دلائل بھی متاثر نہیں کرتے اور وجہ اس کی وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔

حدیث نمبر ۳۶

جنت کا درخت:

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

میں اور میرے اہلِ بیت جنت کا درخت ہیں اور اس کی شاخیں دنیا میں ہیں جو ان سے تمسک کرے گا (یعنی عقیدت ومحبت سے ان کا دامن تھامے گا) وہ اپنے رب کی طرف سے راستہ پائے گا۔

(صواعق محرقہ ص ۲۳۶ ذخائر العقبیٰ ص ۱۶ مطبوعہ مصر)

مذکورہ بالا حدیث کے مطابق جو آخرت میں جنت کی بہاریں لوٹنا چاہتا ہے اور وہ اپنے رب کی طرف ہدایت کے راستے کا متمنی ہے وہ اپنے دل میں محبتِ اہلِ بیت رسول ﷺ پیدا کرے۔

حدیث نمبر ۳۷

باب حطہ:

سرورِ دو جہاں، رحمت انس وجاں ﷺ کا ارشاد ہے:

میرے اہلِ بیت کی مثال تم میں بنی اسرائیل کے "بابِ حطہ" کی طرح ہے جو اس میں داخل ہوگا بخشا جائے گا۔ (الصواعق المحرقہ ص ۲۳۶)

خالق کائنات نے قرآن مجید میں بابِ حطہ سے متعلق ارشاد فرمایا ہے اور بنی اسرائیل کو اس دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کا حکم فرمایا:

اور (اے بنی اسرائیل) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور کہتے جانا ہمارے گناہ معاف ہوں، ہم بخش دیں گے تمہاری خطاؤں کو اور ہم زیادہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو۔

(پارہ اول سورۃ بقرہ آیت ۵۸)

بیت المقدس میں یہ دروازہ بنی اسرائیل کے لئے بمنزلہ کعبہ کے تھا کہ اس میں داخل ہونا اور اسی کی طرف سجدہ کرنا گناہوں کے کفارہ کا سبب قرار دیا گیا۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مقامات متبرکہ جو رحمتِ الٰہی کے مورد ہوں، وہاں توبہ کرنا اور اطاعت بجالانا ثمراتِ نیک اور سرعتِ قبول کا سبب ہوتا ہے۔ اسی لئے صالحین کا دستور رہا ہے کہ انبیاء واولیاء کے موالد (جائے ولادت) اور مزارات پر حاضر ہو کر استغفار واطاعت بجالاتے ہیں۔ عرس وزیارت میں بھی یہ فائدہ متصور ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنی تفسیر فتح العزیز میں امام ابوبکر بن شیبہ کے حوالے سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے ایک صحیح روایت کرتے ہیں۔

بے شک ہماری مثال اس امت میں کشتی نوح علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے دروازہ حطہ کی طرح ہے۔

(تفسیر عزیزی اردو جلد اول ص ۴۵۸ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ پاک میں آپ کی قوم کے لئے ذریعہ نجات صرف کشتی نوح تھی اور بنی اسرائیل کے لئے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بابِ حطہ تھا، اسی طرح امت مصطفوی کے لئے بخشش ونجات کا ذریعہ اہل بیت رسول ﷺ کی عقیدت ومحبت ہے۔ جس طرح کشتی نوح علیہ السلام سے پیچھے رہنے والے غرق وہلاک ہوگئے اور بابِ حطہ سے گزرتے وقت جن بنی اسرائیل کے لوگوں نے حطہ (بخشش مانگتے ہیں ہم) کی بجائے حنطۃ (گندم) کہنا شروع کر دیا، وہ طاعون کا شکار ہو کر دو پہر تک ستر ہزار آدمی مر گئے۔ اسی طرح مخالفین اہل بیت دینی اور دنیاوی طور پر تباہ وبرباد ہو جائیں گے، اس فرمان رسول ﷺ پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لئے بہت ضروری ہے، وگرنہ دونوں جہانوں میں ذلت ورسوائی اس کا مقدر ہے۔

حدیث نمبر ۳۸

متقی اور شقی:

علامہ ابن حجر مکی نے جناب محبّ طبری سے روایت نقل فرمائی ہے:

ہم اہل بیت سے مومن اور متقی محبت رکھتا ہے، منافق اور شقی ہم سے بغض رکھتا ہے۔ (صواعق محرقہ ص ۲۳۲)

حدیث نمبر ۳۹

امام احمد نے روایت بیان کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''اے گروہ بنی ہاشم! اس خدا پاک کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث فرمایا اگر میں مخلوق میں سے جنتیوں کو چنوں تو تم سے آغاز کروں''۔ (صواعق محرقہ ص ۲۳۵)

حدیث نمبر ۴۰

پہلے اہل بیت:

طبرانی اور دارقطنی نے بیان کیا ہے:

میں اپنی امت میں سے سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا، پھر قریش کے اقرب آدمیوں کی، پھر انصار کی، پھر ان کی جو مجھ پر ایمان لائے اور میری اتباع کی، پھر اہل یمن کی، پھر دوسرے اہل عرب کی، پھر عجمیوں کی اور جس کی میں پہلے شفاعت کروں گا وہ افضل ہوگا۔ (اسعاف الراغبین علی ہامش نور الابصار ص ۱۱۲)

''آل رسول ﷺ از روئے حدیث'' کے عنوان کے تحت چالیس احادیث نقل کی گئیں ہیں اور ''آل رسول از روئے قرآن'' کے تحت بھی کافی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ جو مومن اور متقی کے لئے بہت بڑا سرمایہ ہیں، مگر منافق اور شقی کے نزدیک ان تمام دلائل کی حیثیت کیا ہو سکتی ہے؟ اگر بنظر غائب دیکھا جائے تو منافقین کا گروہ صرف ان چند قرآنی آیات کو مانتا ہے جو بتوں کے بارے میں نازل ہوئیں۔ وہ بھی اس لئے کہ ان آیات کو انبیاء و اولیاء پر چسپاں کر کے اپنی آتش انتقام کو ٹھنڈا کر سکے۔

قارئین!

ان فرامین رسول ﷺ کی روشنی میں اہل بیت رسول ﷺ کی عظمتوں پر غور فرمائیں اور دوسری طرف دشمنانِ عترتِ رسول ﷺ کی بے ہودگیوں کو دیکھیں، تو آپ کو خود بخود اندازہ ہو جائے گا کہ یہ ٹولہ کس قدر اسلام سے دور جا چکا ہے۔

جو نورانیت رسالتِ مآب ﷺ کو نہ مانے، جو علم نبوت کو تسلیم نہ کرتا ہو۔۔۔ جو عصمتِ انبیاء کا انکار کرتا ہو۔۔۔ جو استمدادِ رُسل کا کفر کی حد تک منکر ہو۔۔۔ وہ اولادِ رسول ﷺ کا حب دار کس طرح ہو سکتا ہے؟ ہم تو صرف یہی صدا بلند کر سکتے ہیں۔

اگر سب است و خطر سخت رہ نمیدانی

بند چشم و بیا برقفائے آلِ رسول ﷺ

(امام احمد رضا)

اگر رات ہے۔۔۔ سخت خطرہ ہے اور تو راستہ بھی نہیں جانتا تو پھر اپنی آنکھیں بند کر کے آل رسول ﷺ کی پیروی میں آجا۔

☆☆☆

اپنی طرز کا ایک خوبصورت انسان

حضرت علامہ صاحبزادہ

محمد عبدالمالک چشتی

مدظلہٗ العالی

ملنسار، خوش اخلاق، سادگی وقناعت کا پیکر، دانشور عالمِ دین اور شیخِ طریقت حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبدالمالک چشتی مدظلہٗ العالی جامعہ اکبریہ میانوالی کے مہتمم اور درگاہِ اکبریہ کے سجادہ نشیں ہیں۔ جماعت اہل سنت پاکستان کی مرکزی شوریٰ کے رکن ہیں جبکہ گزشتہ دور میں جماعت اہل سنت کے مرکزی نائب امیر بھی رہ چکے ہیں۔ صاحبزادہ محمد عبدالمالک چشتی مسلکِ اہل سنت کی ترقی کے لئے فکرمند رہنے اور نونہالانِ قوم کی تعلیم وتربیّت کے لیے درد رکھنے والی شخصیت ہیں۔ مذہبی اور سیاسی لحاظ سے علاقائی سطح پر خاصے موثر ہیں۔ مدیرِ اعلیٰ "دلیلِ راہ" کے حکم پر راقم الحروف اپنے قلمکار رفقاء علامہ سیّد شبیر حسین شاہ گیلانی، قاری محمد اسلم ضیائی اور علامہ محمد منظور عالم سیالوی ناظمِ اعلیٰ جماعت اہل سنت ضلع میانوالی کی معیت میں انٹرویو کی غرض سے صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس موقع پر آپ سے ہونے والی گفتگو میں ہم چاہیں گے کہ دلیل راہ کے قارئین بھی شامل ہوجائیں۔۔۔۔عبدالمجید مغل

WWW.NAFSEISLAM.COM

❁ دلیلِ راہ: میانوالی اور گردونواح میں آپ کے تعلیمی ادارے کی کافی شہرت ہے۔ ہم آپ کے ادارے کے مختلف شعبہ جات سے متعلق تفصیلات جاننا چاہیں گے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: میرا ادارہ جامعہ اکبریہ کے نام سے قائم ہے۔ میری اس مسجد "جامع مسجد اکبریہ" کی بنیاد میرے پردادا میاں غلام حسین نے رکھی تھی جبکہ مدرسہ ۱۹۰۷ء میں میرے دادا محترم نے اسی مسجد میں قائم فرمایا تھا۔ دادا جان خواجہ محمد اکبر علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے پیرومرشد حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ (میرا شریف ضلع اٹک) جو خلیفہ مجاز تھے حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کے انہوں نے یہاں اس مسجد میں مقرر فرمایا تھا۔ آغاز میں یہاں صرف شعبہ حفظ معہ تجوید کی تعلیم کا انتظام تھا بعدازاں درسِ نظامی کا بھی آغاز کر دیا گیا۔ انتہائی قابل اساتذہ اور صوفیاءِ کرام طلبہ کی تعلیم وتربیت پر مامور تھے۔ حضرت دادا محترم خود بھی پڑھاتے تھے۔ مثنوی مولانا روم اور احادیث شریف کا درس باقاعدگی سے دیتے تھے اور یہ دروس کا سلسلہ آپ کے انتقال تک جاری رہا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ادارہ میں ترقی ہوتی رہی ہے۔ اس وقت جامعہ اکبریہ میں مندرجہ ذیل چار شعبہ جات ہیں:

(۱) حفظ القرآن معہ تجوید:

اس شعبہ میں رہائشی اور غیر رہائشی دونوں طرح کے طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔

(۲) درسِ نظامی مکمل معہ جزوی دورہ حدیث:

شعبہ درسِ نظامی میں تدریس کے لئے قابل اور محنتی اساتذہ کا تقرر کر رکھا ہے۔ میں خود بھی پڑھاتا ہوں لیکن اب بینائی کمزور ہونے کی وجہ سے میں کسی حد تک تدریس سے علیٰحدہ ہوں۔ دورہ حدیث کے طلبہ کو ایک سال تک یہاں ہی پڑھاتے ہیں اس کے بعد جامعہ نظامیہ لاہور بھجوا دیتے ہیں۔ دورہ حدیث کی تکمیل وہاں سے کرتے ہیں۔

(۳) جامعہ اکبریہ ٹیکنیکل سنٹر:

ٹیکنیکل سنٹر میں طلبہ کو کمپیوٹر، ہوم اپلائنسز اور الیکٹریکل کورسز کروائے جاتے ہیں۔ اس تعلیم کا اہتمام حکومت پنجاب کرتی ہے۔ پنجاب حکومت نے ایک اسکیم کا اعلان کیا تھا کہ ہر ضلع میں ایک ماڈل مدرسہ کو منتخب کیا جائے اور اس مدرسہ کی عمارت میں اس قسم کے ٹیکنیکل کورسز شروع کیے جائیں جن پر اٹھنے والے اخراجات حکومت برداشت کرے گی۔ چنانچہ ہمارا ادارہ اس مقصد کے لئے منتخب کیا گیا۔ عمارت ہم نے دی ہے۔ مذکورہ ٹیکنیکل تعلیم کے لئے مقرر اساتذہ کی تنخواہوں کی ادائیگی اور کلاس رومز کا فرنیچر وغیرہ مہیا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اس میں میٹرک پاس طلبہ داخلہ کے اہل ہیں اور یہ تعلیم شام کے اوقات میں تین گھنٹے کے لئے ہوتی ہے۔

(۴) اکبریہ ماڈل سکول:

اس سکول میں چار سو کے لگ بھگ طلبہ وطالبات زیرِ تعلیم ہیں۔ طالبات کا شعبہ علیٰحدہ ہے۔ طالبات کو مڈل تک تعلیم کے ساتھ قرآن مجید حفظ کروایا جاتا ہے جبکہ میٹرک کے ساتھ درجہ عامہ اور خاصہ تک دینی تعلیم مکمل کروائی جاتی ہے۔ اب ہم نے نیو کیمپس کے طور پر الگ قطعہ زمین حاصل کر لیا ہے۔ شعبہ طالبات کو بالکل الگ کر دیا جائے گا۔ عمارت کی تعمیر شروع ہو چکی ہے۔ یہاں کالج برائے طالبات قائم کیا جا رہا ہے۔ یہ اقامتی ادارہ ہوگا۔ گزشتہ سال حضرت دادا جان کے سالانہ عرس کے موقع پر مفکرِ اسلام قبلہ سید ریاض حسین شاہ صاحب مرکزی ناظمِ اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان نے اپنی دعا کے ساتھ اس کا افتتاح فرمایا تھا۔

❁ دلیلِ راہ: آپ کے دادا محترم کے دور میں جو علماءِ کرام اس دار العلوم سے فارغ ہوئے، کیا ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی ہم جان سکتے ہیں؟

☆ صاحب زادہ صاحب: جہاں تک مجھے معلوم ہے ان میں سے علامہ قاضی نور احمد صاحب، علامہ احمد خان روکھڑی اور مولانا غلام محمد قریشی زیادہ مشہور ہوئے۔

❁ دلیلِ راہ: آپ ایک روحانی اور علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا آپ قارئین دلیلِ راہ کو اپنے آباؤ اجداد کی دینی وعلمی خدمات سے آگاہ فرمائیں گے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: درگاہِ اکبریہ کو میانوالی ضلع میں ایک روحانی اور دینی مرکز سمجھا جاتا ہے۔ میرے آباؤ اجداد تقریباً پانچ سو برس قبل افغانستان سے ہجرت فرما کر میانوالی کے علاقہ کچا بلوخیل جہاں اب چشمہ ڈیم بنا ہے وہاں آباد ہوئے۔ میانوالی کسی زمانہ میں صوبہ سرحد کا حصہ ہوتا تھا، یہ ضلع بنوں کی تحصیل ہوا کرتی تھی ۱۹۰۴ء میں میانوالی کو صوبہ پنجاب میں شامل کیا گیا۔ میانوالی میں یہ مسجد میرے پردادا مرحوم نے

۱۹۰۱ء میں شروع کروائی تھی۔ میرے دادا محترم خواجہ محمد اکبر علی چشتی نے دینی کتب علامہ احمد دین گانگوی، حضرت میاں محمد چکی شریف اور جناب مولانا فقیر محمد صاحب کوٹ چاندنہ سے پڑھیں۔ اس وقت ہمارے ہاں پنجاب میں کسی بھی جگہ دورہ حدیث کی تعلیم کا انتظام نہیں تھا چنانچہ دادا محترم نے دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۰۶ء میں کیا۔ دادا جان کو بحیثیت خطیب اس مسجد میں خواجہ احمد میروی خلیفہ مجاز شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے مقرر فرمایا۔ اس کے بعد دادا مرحوم نے ہی جامعہ اکبریہ قائم فرمایا۔ علاقہ بھر کے لوگوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرماتے رہے۔ میرے دادا جان نے ۱۹۰۷ء سے ۱۹۵۶ء تک تقریباً نصف صدی دینی خدمت میں گزاری۔ والدِ گرامی نے ۱۹۵۶ء سے ۱۹۸۴ء تک اسی مشن میں صرف کیئے۔ اس وقت سے اب تک میری کوشش بھی یہی ہوتی ہے کہ دیگر ہر طرح کی مصروفیات ترک کر کے یہاں بیٹھوں اور دین کی خدمت کروں۔ شرعی اور اخلاقی حقوق کی ادائیگی کے لئے اگر کہیں جانا پڑے تو جلد واپس آنے کی کوشش کرتا ہوں۔

✿ دلیلِ راہ: آپ اپنے بچپن اور تعلیمی زندگی کے بارے میں کچھ تفصیلات بتانا پسند فرمائیں گے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: میری پیدائش ۱۹۵۱ء میں میانوالی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم سے میٹرک تک تعلیم یہاں پر ہی حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ایم۔سی۔ ہائی سکول میانوالی سے پاس کیا۔ سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ابتدائی دینی کتب جو کہ فارسی میں تھیں وہ والدِ گرامی سے پڑھیں۔ ۱۹۶۵ء میں مزید تعلیم کے لئے جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں منتقل ہوگیا جو کہ علاقہ بھر میں بڑی اور مثالی درسگاہ تھی۔ وہاں مولانا ابوالفتح محمد اللہ بخش مرحوم ایک نامور اور جید عالمِ دین تھے۔ یہاں پر میں آٹھ سال تک زیرِ تعلیم رہا اور اس دوران باقی ماندہ کتب کی تکمیل کی۔ دورہ تفسیر استاذ الکل علامہ عطا محمد بندیالوی سے پڑھا۔ بعدازاں فیصل آباد جامعہ رضویہ میں داخلہ لیا اور دورہ حدیث شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی سے پڑھا۔ ۱۹۷۵ء میں دورہ حدیث تکمیل کو پہنچا۔ گھر کا ماحول دینی اور روحانی تھا۔ آباؤ اجداد کی زندگیوں پر مذہب کی گہری چھاپ تھی۔ دادا جان مرحوم اور والدِ گرامی سلسلہ چشتیہ سے منسلک تھے اور صاحبِ اجازت بھی تھے۔ ساری زندگی مخلوقِ خدا کی تعلیم و تربیت کے لئے کوشاں رہے۔ درگاہِ اکبریہ علاقہ بھر میں ایک مرکزِ روحانی تصور ہوتی تھی اور اب بھی اس کی شہرت ویسی ہی ہے۔

✿ دلیلِ راہ: سنتے چلے آرہے ہیں کہ تیس چالیس سال قبل دینی مدارس کی حالت بہت ابتر تھی۔ مدرسوں میں کھانے کا کوئی معقول انتظام نہیں ہوتا تھا اور طلبہ صبح و شام محلے اور گاؤں کے گھرانوں سے کھانا مانگ کر لایا کرتے تھے۔ کیا واقعی ماضی میں مدارس کے حالات ایسے ہی دگرگوں ہوتے تھے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: ہم نے بھی ایسی باتیں سن رکھی ہیں لیکن کم از کم مجھے ایسے حالات پیش نہیں آئے۔ جس ماحول میں میری پرورش ہوئی تھی اگر کسی مدرسہ میں مجھے اس قسم کی مشکلات پیش آتیں تو شاید میرے لئے تعلیم جاری رکھنا بہت مشکل ہو جاتا۔ ابتدائی کتب جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے کہ گھر پر ہی والدِ گرامی سے پڑھیں۔ واں بھچراں کے جس مدرسہ میں میں نے داخلہ لیا اس کے تمام اخراجات کا کفیل رئیسِ واں بھچراں ملک مظفر خان تھا جو کہ حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی کا مرید تھا اور حضرت خواجہ کے حکم پر ہی اس نے یہ مدرسہ قائم کیا تھا۔ مدرسہ کے تمام طلبہ کے لئے روٹیاں تو ملک مظفر خان کے گھر سے بھجوائی جاتی تھیں اور سالن ایک باورچی مدرسہ میں ہی تیار کرتا تھا۔ مدارس کی کسمپرسی کی جو تصویر آپ نے بیان کی اور ہم بھی سنتے رہے ہیں وہ حقیقت بھی ہے۔ آپ دیکھیں کہ بندیال شریف میں ایک بہت بڑا دارالعلوم ہے۔ عظیم استاد حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی وہاں پڑھاتے تھے اور آپ کے پاس طلبہ کا تانتہ بندھا رہتا تھا لیکن وہاں حالت یہ تھی کہ طلبہ کو کئی کئی دن تک خشک روٹیاں کھانی پڑتی تھیں لیکن اس دور میں حصولِ تعلیم کا ذوق و شوق ہر شے پر غالب رہتا تھا۔ طلبہ روکھا سوکھا کھا کر بھی ہمت نہیں ہارتے تھے اور ہمہ دم مطالعہ سیکھنے کے لئے کوشاں رہتے تھے اور کسی دوسری شے سے آشنا ہی نہیں ہوتے تھے۔

✿ دلیلِ راہ: آپ نے جن اساتذہ سے استفادہ کیا ان کے رویے اور سلوک کے بارے کیا کہنا چاہیں گے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: سچی بات یہ ہے کہ میں مولانا ابوالفتح محمد اللہ بخش مہتمم جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ آپ محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ بہت بڑے عالمِ دین اور ایک باعمل صوفی تھے۔ اہل سنت کے بڑے مناظر میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ آپ سانس کے مرض میں مبتلا تھے لیکن تن تنہا نمازِ فجر تا نمازِ ظہر مسلسل تمام اسباق پڑھاتے تھے۔ منتہی طلبہ کی

تعداد پچاس پچپن ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سخاوت کے جوہر سے مزیّن فرما رکھا تھا۔ اپنی ضروریات کی پرواہ نہیں کرتے تھے جو کچھ میسر ہوتا طلبہ پر خرچ کر دیتے۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ ڈیڑھ لاکھ کے مقروض تھے اس لئے کہ مدرسہ کی بعض ضروریات پوری کرنے کے لئے آپ ادھار رقم لے لیتے لیکن طلبہ پر کوئی مشکل نہ آنے دیتے تھے۔ تمام طلبہ کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے۔ میں ذاتی طور پر سب سے زیادہ انہی سے متاثر ہوا۔ حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی سے پڑھتا رہا ہوں، پھر شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی سے دورہ حدیث پڑھا۔ تمام اساتذہ کو عظیم پایا۔۔۔۔لیکن میرا قلبی تعلق ابوالفتح مولانا محمد اللہ بخش سے رہا اور ان کی شفقتوں کو میں بھلا نہیں سکتا۔ علاوہ ازیں اساتذہ تمام کے تمام محنت اور اخلاص کے ساتھ طلبہ کو پڑھانے والے پائے۔ یہ اساتذہ کی شفقتیں ہی تھیں کہ مجھ جیسے نکمے کو بھی علماء میں شمار کیا جا رہا ہے۔

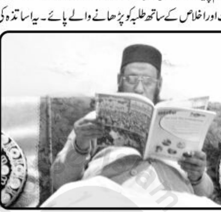

✿ دلیلِ راہ: مولانا ابوالفتح محمد اللہ بخش کے دیگر ایسے کون سے تلامذہ ہیں جن کو آپ قابلِ ذکر جانتے ہیں؟

☆ صاحب زادہ صاحب: مولانا مفتی محمد ابراہیم شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ سکھر، مولانا غلام محمد سیالوی ناظمِ امتحانات تنظیم المدارس پاکستان، علامہ محمد طفیل جامعہ حامدیہ رضویہ کراچی، علامہ غلام نبی جامعہ حامدیہ نیو کراچی، مفتی محمد ابراہیم سیالوی مہتمم جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں اور علامہ محمد فضل رسول سرگودھا، مولانا قاضی منظور احمد سرگودھا، ان میں سے چند ایک ہیں۔

✿ دلیلِ راہ: اپنے اسلاف کی تاریخ پڑھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ خانقاہی نظام نے اُمتِ محمدیہ کو بڑی بڑی جلیل القدر شخصیات عطا کیں جنہوں نے تاریخ کے اوراق پر اپنے علمی اور تبلیغی کارناموں کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں لیکن آج اس نظام میں کیا خرابیاں در آئیں کہ مخالفین اس پر انگلیاں اٹھا رہے ہیں بلکہ بعض نے تو تصوف کو اسلام کے متوازی مذہب قرار دیدیا ہے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: میرا تجزیہ یہ ہے کہ جب سے خانقاہ نشیں علمی اور عملی لحاظ سے بانجھ ہوئے ہیں، مذہب کے نام پر فتنہ وفساد زیادہ ہوگیا ہے، وگرنہ خانقاہوں سے اٹھنے والی قیادت نے ہمیشہ قوم کی بہترین اور کامیاب رہنمائی کا حق ادا کیا ہے۔ آپ دور نہ جائیں ماضی قریب میں جھانکیں کہ پاکستان جیسی عظیم مملکت کا حصول ان خانقاہوں کے فیض کا ہی نتیجہ ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قیامِ پاکستان کی تحریک ان خانقاہوں سے ہی اٹھی، ان ہی کی جدوجہد سے کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، پیر عبدالطیف آف زکوڑی شریف، خواجہ قمرالدین سیالوی، غزالیِ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ عبدالحامد بدایونی، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی، اور شاہ عبدالعلیم صدیقی کا تعلق خانقاہوں سے ہی تھا۔ آج مشائخ میں بے عملی اور دنیا کی محبت غالب آگئی ہے۔ میرے دادا محترم نے زندگی میں اپنا ذاتی گھر تک نہیں بنایا، کوئی اور جائداد نہیں بنائی۔ جب انتقال ہوا تو تکیے کے نیچے سے بیالیس روپے ملے جو اس لئے بچ گئے کہ آخری وقت غنودگی میں رہے اور اس رقم کو خیرات نہ کر سکے۔ جاہ طلبی، علم کی کمی اور بے عملی ہی بنیادی وجوہات ہیں جن سے خانقاہی نظام کو نقصان پہنچا اور وہ اپنی افادیت کھو بیٹھا۔

✿ دلیلِ راہ: دینی مدارس میں جو نصاب مروّج ہے کیا آپ اس سے مطمئن ہیں اور کیا یہ موجودہ دور کے تقاضوں کے عین مطابق ہے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: میں یہ سمجھتا ہوں کہ تنظیم المدارس نے انگریزی، ریاضی وغیرہ کے نام پر جو چند ایک ادھورے مضامین داخلِ نصاب کر رکھے ہیں ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ ضرورت ہے کہ اس سے آگے بڑھا جائے اور سکول کالج کی مکمل تعلیم داخلِ نصاب کی جائے۔ ہم نے اپنے تجربات کی روشنی میں یہ انتظام کیا ہے کہ ہمارے تمام طلبہ ظہر کے بعد سے عصر تک گرمیوں میں تین اور سردیوں میں دو گھنٹے کی کلاسز اٹینڈ کرتے ہیں اور اس دوران انہیں گورنمنٹ تعلیمی بورڈ کے مطابق پڑھایا جاتا ہے اور انہیں سکول کالجز کے مضامین کی مکمل تیاری کروائی جاتی ہے، اس مقصد کے لئے ہم نے علیٰحدہ اساتذہ کی تقرری کر رکھی ہے۔ تنظیم المدارس کو چاہیئے کہ موجودہ حالات کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھ کر نصاب پر نظرِ ثانی کرے اور مناسب اور مفید تبدیلیاں لائے۔

✿ دلیلِ راہ: میڈیا میں دینی مدارس کے حوالے سے جو معلومات اکثر چھپتی رہتی ہیں۔ ان رپورٹوں کے مطابق وفاق المدارس سے منسلک

اداروں کی تعداد زیادہ جبکہ تنظیم المدارس کے ساتھ کم ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ تعداد مصدقہ ہے اور اگر ایسا ہی ہے تو تنظیم المدارس کے اداروں کی تعداد اتنی کم کیوں ہے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: پہلی بات تو یہ کہ ضروری نہیں میڈیا میں چھپنے والی تعداد صحیح ہو اور اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ سرحد اور بلوچستان میں تقریباً سارے مدارس دیوبندی مکتبہ فکر کے ہی ہیں۔ ہمارے چند ایک ادارے ہیں اور اگر آپ پنجاب اور سندھ کے اعداد و شمار اکٹھے کریں تو یہاں ہمارے ادارے زیادہ ہیں۔ سرحد اور بلوچستان میں عوامِ اہلِ سنت تو اکثریت میں ہیں لیکن مساجد کے خطباء اور مدارس زیادہ تر اُسی مکتبہ فکر سے متعلق ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے ان علاقوں کی طرف کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔

✿ دلیلِ راہ: تنظیم المدارس کے نظامِ امتحانات کے متعلق شکوک و شبہات کا اظہار کیا جاتا ہے اور یہ خدشات بھی ظاہر کئے جاتے ہیں کہ نتائج پر پسند و ناپسند اثر انداز ہوتی ہے بلکہ ایک امتحانی سنٹر میں ہم نے خود یہ دیکھا کہ نگران علماء ہی طلبہ کو نقل کیلئے مواد فراہم کر رہے تھے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں ایسی اصلاحات کی ضرورت ہے کہ نظامِ امتحانات کو مزید صاف و شفاف بنایا جاسکے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: یہ سوال آپ نہ ہی پوچھتے تو بہتر تھا۔ اس بات سے قطع نظر کہ مجھے کوئی شکایت ہے یا نہیں لیکن موجودہ نظامِ امتحانات سے میں مطمئن ہرگز نہیں ہوں۔ جو امتحانی سوالات بنانے والے ہیں وہی ممتحن ہیں اور جو امتحانی مراکز کے نگران ہوتے ہیں انہی کے طلبہ ان مراکز میں پرچے حل کر رہے ہوتے ہیں تو پھر سوالنامے آؤٹ ہوں گے اور نقل بھی کروائی جائے گی۔ نظام صاف و شفاف کیسے رہ سکتا ہے۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ علماء خود طلبہ کو امتحانی مراکز میں نقل کے لئے مواد فراہم کرتے ہیں تو معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ بڑے بڑے شیوخ الحدیث تک یہ سب کچھ کرتے کرواتے ہیں۔ امتحان دینے والے طلبہ کے ساتھ زیادتی تو ہے ہی لیکن بہت بڑی دینی خیانت بھی ہے جس کے لئے انہیں اللہ کے سامنے جوابدہ ہونا ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ مدارس کا نظامِ امتحانات بھی حکومت کے زیرِ کنٹرول ہونا چاہیئے۔ امتحانی مراکز میں تعینات نگران عملہ مدارس سے غیر متعلق ہونا چاہیئے۔

✿ دلیلِ راہ: کیا آپ نے کبھی ملکی سیاست میں حصہ لیا یا کبھی سیاسی الیکشن لڑا ہے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: ملکی سیاست میں گزشتہ چالیس پچاس سال سے داخل ہوں البتہ انتخابی سیاست نہیں کی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی ہمارے اسی علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے زندگی کی پہلی تقریر میری اسی مسجد میں میرے دادا جان کے دور میں کی تھی۔ طالب علمی کے دور سے مجاہدِ ملت کے ساتھ ہمیشہ ایک سپاہی کی طرح سرگرمِ عمل رہا ہوں۔ تحریکوں میں حصہ لیا، جیلیں بھی کاٹیں۔ ضلع میانوالی میں ہمارا ایک خاص سیاسی قد کاٹھ اور اثر و رسوخ ہے۔ انتخابی سیاست میں حصہ نہ لینے کی ایک وجہ فیوڈل ازم کی اجارہ داری بھی ہے۔ پنجاب کے کئی دیگر علاقوں کی طرح یہاں بھی جاگیرداری اور خاندانی سیاست کی اجارہ داری ہے، البتہ اب صحت اور حالات کی وجہ سے بلکہ یوں سمجھیں کہ قبلہ نیازی صاحب کے انتقال کے بعد عملاً سیاست سے ریٹائر ہوگیا ہوں۔ اب پوری توجہ اپنے اداروں کی تعمیر و ترقی کی طرف ہے۔ یہ جگہ بہت مصروف ترین علاقہ میں واقع ہے۔ جگہ بھی کم ہے لہٰذا دس کنال زمین کا ٹکڑا خریدا ہے جہاں نیو کیمپس زیرِ تعمیر ہے۔ طالبات کا شعبہ وہاں الگ کر رہا ہوں جسے بعد ازاں اکبریہ کالج برائے طالبات اور دوسرے مرحلہ میں اکبریہ کالج برائے طلبہ قائم کیا جائیگا۔ مسجد بھی زیرِ تعمیر ہے۔ میری خواہش ہے کہ ایسا انتظام ہو جائے جہاں طلبہ و طالبات دینی اور دنیوی دونوں طرح کی تعلیم حاصل کرسکیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ اس پروجیکٹ کا آغاز ایک سال قبل قبلہ علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کی دعا سے ہو چکا ہے۔

✿ دلیلِ راہ: آپ نے دورانِ گفتگو ہماری تاریخ کی ایک عظیم شخصیت مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کا ذکر کیا ہے اور پھر یہ بھی کہ آپ نے مجاہدِ ملت کے ساتھ ایک سپاہی کی حیثیت سے کام کیا ہے۔ اگر آپ اُن کی زندگی اور ان کی جدوجہد کے حوالے سے کچھ معلومات قارئینِ دلیلِ راہ کی نظر کریں تو یقیناً یہ ہماری تاریخ کی بہترین خدمت ہوگی؟

☆ صاحب زادہ صاحب: مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی یقیناً تاریخ ساز شخصیت تھے۔ نیازی صاحب ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ تحصیل عیسیٰ خیل کے ایک گاؤں کھگلانوالہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے خاندان میں وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے تعلیم حاصل کی وگرنہ ان کے خاندان میں کوئی قابلِ ذکر پڑھا لکھا شخص نہیں تھا۔ آپ نے میٹرک تک عیسیٰ خیل میں تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کے اخراجات خوانینِ عیسیٰ خیل نے برداشت کیئے۔ میٹرک کے بعد آپ لاہور تشریف لے گئے۔ اسلامیہ کالج لاہور سے باقی تعلیم مکمل کی۔ ایم۔ اے اسلامیات اور ایم۔ اے عربی کیا اور ایل۔ ایل۔ بی بھی کیا۔ تعلیم کے بعد وہیں اسلامیہ کالج لاہور میں ہی پڑھانا شروع کر دیا۔ مجاہدِ ملت کی سیاسی جدوجہد تقریباً ساٹھ سال کے عرصہ پر محیط ہے۔ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن، مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے سیاسی جدّ وجہد کا آغاز کیا۔ تحریکِ پاکستان کے سرگرم ترین رہنما رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ہر آمر سے ٹکر لی، اور ہر سیاسی و مذہبی تحریک کی صفِ اول میں موجود رہے ہیں۔ تحریکِ ختمِ نبوت، تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے جیلیں کاٹیں۔ مجاہدِ ملت کا سب سے بڑا معرکہ کالاباغ کے نوابوں کے ظلم وستم کے خلاف نعرہ بغاوت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص میں ایک بہت بڑی خوبی یہ رکھی تھی کہ وہ ظالم کو پوری قوت سے للکارنے والا شخص تھا۔ کالاباغ کے نوابوں نے سارے علاقہ کو اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ بفوچی محاذ سے نوابوں کے خلاف جب جدوجہد شروع ہوئی تو مولانا عبدالستار خان نیازی اس کے روحِ رواں تھے۔ گولیاں کھائیں، جیل کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور بالآخر کامیابی نے ان کے قدم چومے۔ مجاہدِ ملت نے اپنی زندگی کی پہلی تقریر ہماری اس جامع مسجد اکبریہ میانوالی میں کی تھی اور زندگی کا آخری خطاب بھی اسی مسجد میں ۲۰۰۰ء میں کیا۔ نیازی صاحب کے انتقال کے بعد بھی ان کے اثرات اس علاقہ میں اسی طرح ہیں۔ آج بھی مظلوم طبقہ مولانا عبدالستار خان نیازی کے نظریہ اور فکر کا امین ہے۔ آج بھی اگر اہل سنت کے سارے گروپ اکٹھے ہو جائیں تو مولانا نیازی کی فکر کے امین ضلع میانوالی سے کسی دوسرے سیاستدان کو ایک سیٹ بھی نہ جیتنے دیں۔ ستم یہ ہے کہ جن کے پاس نظریہ ہے ان کے پاس وسائل نہیں ہیں اور جن کے پاس وسائل ہیں وہ نظریاتی لوگ نہیں ہیں۔

۞ دلیلِ راہ: سیاسی حوالے سے یقیناً آپ کی ہمدردیاں جمعیت علماءِ پاکستان سے ہیں اور آپ جمعیت کی ساری تاریخ سے بھی بخوبی آگاہی رکھتے ہونگے۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ ۱۹۷۰ء میں یا ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد جمعیت کی صدارت خواجہ قمرالدین سیالوی سے غیر مناسب طریقہ سے چھینی گئی۔ اس میں کس حد تک صداقت ہے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: مختلف ادوار میں جمعیت کی قیادت مختلف بزرگوں کے پاس رہی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ قیادت زبردستی چھیننے والی بات حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے نتائج کی روشنی میں دیکھیں تو نقشہ یہ نظر آتا ہے کہ جمعیت نے زیادہ پراگریس کراچی، حیدرآباد اور سکھر کے اضلاع میں حاصل کی تھی۔ باقی پنجاب میں ایک دو سیٹیں ہی حاصل ہوئی تھیں۔ ایسے حالات میں سندھ سے تعلق رکھنے والے حضرات کو جمعیت میں غلبہ حاصل ہوا اور قیادت کی تبدیلی بھی اسی تناظر میں عمل میں آئی۔ کسی حد تک پنجابی اور مہاجر کا عنصر بھی دخیل تھا جس سے خواجہ صاحب کبیدہ خاطر ہوئے لیکن خواجہ قمرالدین سیالوی صاحب کی صحت بھی ٹھیک نہیں تھی۔ آپ گردہ کی تکلیف میں مبتلا رہتے تھے اور سفر کی صعوبتیں برداشت نہیں کر سکتے تھے جب کہ جمعیت کی قیادت کے لئے کسی ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو ملک کے طول و عرض میں بھاگ دوڑ کر سکے۔ خواجہ صاحب کے مقربین نے آپ کو قیادت سے علیحدہ ہونے کی تجویز پیش کی جسے انہوں نے قبول کر لیا اور یوں آپ کنارہ کش ہو گئے۔ باقی معمولی اختلافات تو ہر تنظیم میں ہوتے رہتے ہیں۔

۞ دلیلِ راہ: آپ چونکہ جمعیت کے ساتھ بہت عرصہ تک منسلک رہے ہیں مجاہدِ ملت کے ساتھ آپ کی رفاقت بھی طویل عرصہ پر محیط ہے لہٰذا ہم یہ جاننا چاہیں گے کہ جمعیت جب دو دھڑوں (نورانی و نیازی) میں بٹی تو اس کی اصل وجوہات کیا تھیں؟

☆ صاحب زادہ صاحب: بنیادی طور جمعیت کی اٹھان سندھ کے شہری علاقوں مثلاً کراچی، حیدرآباد اور سکھر وغیرہ سے ہوئی تھی۔ ۱۹۸۸ء اور اس کے بعد کا دور آپ دیکھیں کہ مرکز میں پیپلز پارٹی کی حکومت تھی۔ سندھ میں ایم۔ کیو۔ ایم اور جئے سندھ وغیرہ پروان چڑھ رہی تھیں۔ ایسے حالات میں مولانا شاہ احمد نورانی کو سندھ میں جمعیت کی بقاء کے لئے پیپلز پارٹی کی قربت درکار تھی۔ چنانچہ انہوں نے مرکز میں پی پی پی کی پالیسیوں کی حمایت کا ذہن بنایا جبکہ مولانا عبدالستار خان نیازی ذہناً مسلم لیگ کے حلیف تھے۔ ان کی سیاست کی ابتداہی مسلم لیگ سے ہوئی تھی لہٰذا پی پی پی سے ان کی کسی صورت بھی نہیں بن سکتی تھی۔ جب قبلہ نورانی صاحب نے پی پی پی کے لئے نرم گوشہ رکھنا شروع کیا تو نیازی صاحب نے اختلاف کا اظہار کیا۔ لاہور میں علامہ الوری صاحب کے انتخابات نے رہی سہی کسر نکال دی۔ دونوں بزرگوں کے درمیان اختلافات وسیع ہوئے اور ان کے ذہنی تفاوت کے نتیجہ میں بدقسمتی سے جمعیت دو دھڑوں میں منقسم ہو گئی۔

✿ دلیلِ راہ: جماعت اہل سنت پاکستان کے ساتھ آپ کی وابستگی کب سے ہے؟

☆صاحب زادہ صاحب: جماعت اہل سنت سے تنظیمی وابستگی ۱۹۷۸ء کی ملتان سنی کانفرنس کے وقت ہوئی۔ میں اپنے استادِ محترم مولانا محمد اللہ بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں ملتان کے کنونشن میں شریک ہوا تھا۔ میانوالی میں اس وقت جو تنظیم بنی اس میں خواجہ زین الدین مکھڈوی امیر، میرے والدِ گرامی نائب امیر، فقیر محمد صدیق آف بھور شریف مرکز میں نائب امیر تھے۔ میرے ذمہ ضلع میانوالی کا شعبہ نشرواشاعت تھا۔ میانوالی کی سطح پر اس وقت جماعت اہل سنت کا مستحکم وجود تھا اور الحمد للہ اب بھی ہے۔ بعد ازاں مرکزی شوریٰ کا ممبر رہا ہوں۔ گزشتہ دور میں مرکزی نائب امیر بھی رہا ہوں جبکہ مرکزی شوریٰ کا اب بھی رکن ہوں۔ جماعت اہل سنت کے کئی حصے بکھرے ہوئے لیکن میانوالی میں ہم نے کوئی دھڑا وجود میں نہیں آنے دیا۔ علامہ سید احمد سعید کاظمی کے دور میں اور آج علامہ سید ریاض حسین شاہ کے دور میں بھی ہم سب گنبدِ خضریٰ کے سائے والے جھنڈے تلے متحد و منظم ہیں۔ تمام علماء و مشائخ ایک ہی اسٹیج پر مجتمع ہیں اور مسلکی لحاظ سے میانوالی اہل سنت کا گڑھ ہے۔

✿ دلیلِ راہ: آپ طویل عرصہ سے جماعت اہل سنت پاکستان سے وابستہ ہیں۔ ہم آپ سے یہ جاننا چاہیں گے کہ جماعت اہل سنت پاکستان کو اپنے مقاصد میں کس حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے؟

☆صاحب زادہ صاحب: میں سمجھتا ہوں کہ جماعت اہل سنت پاکستان کے سپرد دو بڑی اور اہم ذمہ داریاں تھیں اور ہیں۔ ایک عقیدہ اہل سنت کا تحفظ اور دوسری مقاصدِ اہل سنت یعنی حقوق اہل سنت کا تحفظ۔ عقیدہ کے تحفظ میں جماعت اہل سنت کامیاب رہی ہے۔ نشرواشاعت،

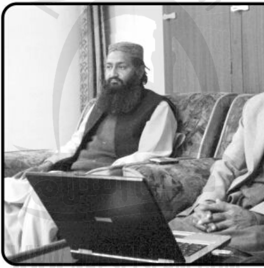

تقاریر، جلسے و جلوس اور بڑے بڑے اجتماعات یعنی سنی کانفرنسیں ماضی کی نسبت بہت منظم اور پررونق نظر آتی ہیں، البتہ سرکاری سطح پر اہل سنت کے حقوق کے تحفظ میں ہم کامیاب نہیں ہوئے ہیں جس کی سب سے بڑی وجہ ہماری سیاسی میدان میں کمزوری ہے۔ سیاسی لحاظ سے ہم روز بروز کمزور ہی نہیں ہو رہے بلکہ ہمارا وجود مٹتا چلا جا رہا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

میرا پختہ ایمان ہے کہ جب تک جماعت اہل سنت سیاسی قوت حاصل نہیں کرتی اس وقت تک ہم اپنے نظریات کا تحفظ کم از کم سرکاری سطح پر نہیں کر سکتے اس لئے میں تجویز کرتا ہوں جماعت اہل سنت اپنا ایک سیاسی ونگ تشکیل دے۔ آج ہمارے نصاب تعلیم میں ان لوگوں کے تذکرے تو موجود ہیں جنہوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی لیکن جن لوگوں نے پاکستان بنانے میں قائدِ اعظم کا ساتھ دیا ان کا نام و نشان تاریخ کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ اسی طرح فوج، دیگر سرکاری ادارے، محکمہ تعلیم میں ان لوگوں کو تسلط حاصل ہے جو تاریخی لحاظ سے قیام پاکستان کے مخالف اور مخصوص مذہبی نظریات کے حامل ہیں، حالانکہ ان تمام لوگوں کے آباؤ اجداد نے تحریک پاکستان کی کھل کر مخالفت کی تھی۔ اسلامی جمہوری اتحاد میں ساری سیاسی اور مذہبی جماعتیں اکٹھی تھیں۔ ایک اجلاس میں مولانا نیازی صاحب اور مفتی محمود کے درمیان اس بات پر جھگڑا ہو گیا جب مفتی محمود نے یہ کہا کہ شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے جرم میں شریک نہیں تھے۔ مولانا نیازی جلال میں آئے اور فرمایا۔ تمہاری حیثیت ہی کیا تھی۔ تم ہماری عیسیٰ خیل کی ایک مسجد میں سات روپے ماہانہ کے امام تھے۔ پاکستان کے صدقے موج میلا کر رہے ہو، ورنہ تمہارے مقدر میں چٹائی ہی ہوتی۔ پاکستان کا کھاتے ہو اور اس ملک کے ناشکرے بھی ہو۔

✿ دلیلِ راہ: آپ نے تجویز دی ہے کہ جماعت اہل سنت اپنا سیاسی ونگ قائم کرے۔ کیا پہلے سے موجود سیاسی تنظیموں کو قوت دینے سے مسئلہ حل نہیں ہو سکتا؟

☆ صاحب زادہ صاحب: پہلے سے موجود سیاسی جماعتوں کی حالت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اگر وہ کچھ کرنے کے قابل ہوتیں تو حالات اتنے دگرگوں نہ ہوتے۔ سیاسی کام نہ ہونے کی وجہ سے ملکی سیاسی منظر سے ہمارا نام تک محو ہو چکا ہے۔ جماعت اہل سنت اِدھر اُدھر دیکھنا چھوڑے، بلا تاخیر اپنا سیاسی ونگ تشکیل دے اور جماعت اہل سنت کی تنظیموں کو اپنے اپنے علاقوں میں سیاسی ذہن کے حامل افراد کو سیاسی ونگ میں شامل کریں۔ آئندہ انتخابات میں بھرپور طریقہ سے حصہ لیں۔ اپنے نظریاتی امیدوار نہ ہونے کی وجہ سے ہم دیگر سیاسی جماعتوں کے لوگوں کی حمایت کرتے ہیں۔ وہ کامیاب بھی ہو جاتے ہیں مگر اسمبلی میں جا کر ہمیں بھول جاتے ہیں۔ انہوں نے ہمارے نظریات کا تحفظ نہیں کرنا ہے۔ پنجاب اسمبلی کے واقعہ سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ وہاں ایک رکن اسمبلی نے اجلاس کی کاروائی شروع ہونے کے موقع پر تلاوت کے بعد نعت شریف پڑھانے کی تحریک پیش کی۔ پوری اسمبلی فلور پر صرف مسلم لیگ کے ایک رکن علی حیدر نور نے اس کی حمایت میں تقریر کی۔ مخالفین مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے دسیوں ارکان نے اس تحریک کی مخالفت کی۔ کہیں بھی ہمارے حقوق کا تحفظ نہیں ہو رہا ہے اور سیاسی قوت کے بغیر ہوگا بھی نہیں۔

✿ دلیلِ راہ: تحریکِ پاکستان کے دوران ہمارے بزرگوں نے مسلم لیگ میں شامل ہو کر سیاسی میدان میں کام کیا۔ اس میں کیا مضائقہ ہے کہ علماء و مشائخ اجتماعی طور پر مسلم لیگ میں شامل ہوں اور ایک موثر گروپ کے طور اپنے حقوق محفوظ بنانے کے لئے مسلم لیگ کی حیثیت اور پلیٹ فارم سے فائدہ اٹھائیں؟

☆ صاحب زادہ صاحب: اس میں کوئی شک نہیں کہ تحریکِ پاکستان کے دوران ہمارے بزرگوں نے مسلم لیگ میں رہ کر سیاسی میدان میں کام کیا تھا لیکن اب حالات مختلف ہیں۔ موجودہ حالات میں مسلم لیگ میں شامل ہونا اور یہ تصور کر لینا کہ اس طرح ہم اپنے حقوق کا تحفظ کر سکیں گے محض خوش فہمی ہی کہا جا سکتا ہے۔ مسلم لیگ تو مختلف الذہن لوگوں کا مجموعہ ہے حتیٰ کہ اس میں قادیانی بھی موجود ہیں۔ اہل سنت کے عقیدہ کی ترجمانی اور تحفظ صرف اسی صورت ممکن ہے کہ اپنا مخصوص پلیٹ فارم ہو۔ جماعت اہل سنت پاکستان اگر سیاسی ونگ نہیں بنا سکتی تو سُنی تحریک کے ساتھ سیاسی لحاظ سے تعاون کیا جائے۔ اس میں بھی تحفظات ہیں کہ سُنی تحریک کی قیادت ناپختہ اذہان کے ہاتھوں میں ہے لیکن اگر وہ جماعت اہل سنت کی سرپرستی میں آجائیں اور جماعت اہل سنت کی قیادت کی رہنمائی میں سیاسی میدان میں کام کریں تو یقیناً اچھے نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے۔ بصورتِ دیگر جماعت اہل سنت سیاسی ونگ قائم کرے انتخابی سیاست کے لئے ایک فنڈ بھی قائم کرے جس سے انتخابات میں اپنے امیدواروں کی مالی مدد کی جائے۔ جماعت اہل سنت کے اپنے پلیٹ فارم سے جو لوگ کامیاب ہو کر اسمبلیوں میں پہنچیں گے وہ ہی اہل سنت کے حقوق کا تحفظ کر سکیں گے۔

✿ دلیلِ راہ: نئی نسل مشائخِ طریقت اور تصوف سے بدک رہی ہے۔ آپ کے نزدیک اس کی وجوہات کیا ہو سکتی ہیں؟

☆ صاحب زادہ صاحب: علم اور تصوف یا علم اور معرفت ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ جب سے تصوف جاہل صوفیاء کے ہاتھوں چڑھا ان کی بدعات کو دیکھ کر پڑھا لکھا طبقہ ان سے متنفر نظر آتا ہے۔ ہمارے اکثر علماءِ کرام خانقاہوں سے دور ہیں علماء کو چاہیئے کہ خانقاہوں سے تعلق کو مضبوط بنائیں۔ جہاں آج بھی صوفی صاحبِ علم ہے وہاں تصوف اور اہلِ تصوف سے محبت کرنے والوں کی کمی ہرگز نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ خانقاہ، تصوف اور علماء کی آپس میں قربت بڑھے۔ جماعت اہل سنت کو چاہیئے کہ وہ اپنے تمام پروگراموں میں ذکر و فکر کی محافل کو شامل کریں۔ ایسے ایام اور راتیں جو صوفیاء کے مشن کو آگے بڑھائیں ان کو عام کرنے کے لئے مختلف سطحوں پر پروگرام منعقد کیئے جائیں۔

✿ دلیلِ راہ: موجودہ دور میں مشائخِ طریقت اور ان کے حلقوں میں ایک قباحت یہ بھی داخل ہوگئی ہے کہ مختلف سلاسلِ طریقت کے درمیان تعصب بڑھتا جا رہا ہے۔ ایک سلسلہ کے بزرگ دوسرے سلسلہ کے کسی بزرگ کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور ان کے مریدین ایک دوسرے کے متحارب گروہ نظر آتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: صوفیاءِ کرام کے سلاسل میں سے کوئی ایک دوسرے کے متحارب و مخالف نہیں ہے۔ طریقے جدا جدا ہیں لیکن منزل تو ایک ہی ہے یعنی اللہ کی رضا کا حصول۔ جاہل صوفی اور بے علم مریدین جو صرف ٹوپیوں، پگڑیوں اور رنگوں کی بنیاد پر منقسم نظر آتے ہیں وہی فتنہ و فساد اور افتراق کا باعث ہیں۔ آپ دیکھیں فقہی مسالک بھی تو پائے جاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امامِ مالک، امام احمد بن حنبل اور امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہم میں اختلافات نہیں تھے لیکن وہ ایک دوسرے کے متحارب تو نہیں تھے۔

✿ دلیلِ راہ: آپ عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ایک شیخِ طریقت بھی ہیں۔ آپ کے ہاں عقیدت مندوں کی تعلیم و تربیت کا کیا اہتمام ہے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: والدِ گرامی نے مجھے سلسلہ چشتیہ میں خلافت کے لئے نامزد فرمایا تھا۔ ان کی تعلیم اور تربیت کے مطابق کام ہو رہا ہے۔ جو طلب رکھتا ہو بزرگوں کے طریقہ کے مطابق اسے تلقین کرتا ہوں۔ الحمدللہ! اس کو پیشہ نہیں بنایا بلکہ دین کی خدمت سمجھ کر کر رہا ہوں۔ ختمِ خواجگانِ چشت باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ ماہانہ محفل گیارہویں شریف کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔

✿ دلیلِ راہ: کیا آپ کی اپنی اولاد میں سے دینی تعلیم کی طرف کسی کا میلان ہے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: اللہ کے کرم سے میرے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بڑے بیٹے نے بھیرہ شریف سے درسیات کی کتب پڑھی ہیں۔ اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے شریعہ اینڈ لاء ماسٹر کیا ہے۔ اب ایجوکیشن کمیشن کی اسکالرشپ پر یو۔ کے میں پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہا ہے۔ دوسرا بیٹا آرمی میں کیپٹن ہے جبکہ تیسرا بیٹا ابھی ایف۔ ایس۔ سی میں پڑھ رہا ہے۔

✿ دلیلِ راہ: آپ کے خاندان کے دیگر احباب جو خدمتِ دین میں مصروف ہوں؟

☆ صاحب زادہ صاحب: والدِ گرامی اور چچا دو بھائی تھے۔ اللہ کی طرف سے یہ تقسیم ہوئی کہ والدِ گرامی جید عالم دین بنے، نہایت سادہ صوفی منش انسان تھے اور میرے چچا جان سرکاری ملازمت سے بطورِ مہتمم خزانہ ریٹائر ہوئے۔ مزید یہ کہ والد گرامی نے میری تعلیم تو خالصتاً مذہبی اور ٹھیٹھ درسِ نظامی کے ماحول میں کروائی جبکہ دوسرے بھائیوں کو دنیوی تعلیم دلوائی اور ملازمتیں کروائیں۔ شعبے ہی الگ ہوگئے۔ میرے دو ماموں حافظِ قرآن تھے۔ یہاں اس مدرسہ میں پڑھاتے بھی رہے ہیں لیکن باوجود بزرگ ہونے کے جامعہ وغیرہ کے معاملات میں دخل نہیں دیتے تھے۔ اس کے پس پردہ یہ منطق تھی کہ ایک صاحب ادارے کے انچارج ہوں تو منظم طریقہ سے کام چلایا جاسکتا ہے۔

✿ دلیلِ راہ: خوشبو یقیناً آپ پسند فرماتے ہوں گے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: بالکل پسند ہے، لیکن کوئی تخصیص نہیں ہے جو بھی میسر ہو استعمال کر لیتا ہوں۔

✿ دلیلِ راہ: لباس کے معاملہ میں آپ کا پسندیدہ رنگ کون سا ہے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: اکثر سفید جو حضور ﷺ کو بھی پسند تھا لیکن دیگر رنگ بھی جائز سمجھتا ہوں۔

✿ دلیلِ راہ: کوئی ایسی طلب جسے آپ نے اللہ سے مانگا ہو اور وہ پوری بھی ہوئی ہو؟

☆ صاحب زادہ صاحب: تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۹۷۸ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے سعادت بخشی اور میں نے پہلا حج کیا۔ جب حضور ﷺ کے روضہ انور پر حاضری ہوئی تو وہاں میں نے سرکار ﷺ کے وسیلہ سے اللہ کی بارگاہ میں تین دعائیں مانگیں۔ پہلی یہ کہ ہمیشہ اسلام اور ایمان پر قائم رہنا نصیب ہو۔ دوسری اپنے دادا جان کے روحانی اور تعلیمی مشن کو جاری رکھنے اور اسے مزید وسعت دینے کی اور تیسری کہ اللہ تعالیٰ کبھی تنگدستی میں مبتلا نہ فرمائے اور نہ ہی کبھی کسی دنیا دار کے دروازے پر لے جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے صدقے میری دعائیں قبول فرمائیں۔ اس پر ہر وقت اپنے مالک کے سامنے سرنگوں رہتا ہوں۔ آج تک باوجود ہزار خواہشوں کے میں نے کبھی کسی سیاستدان اور دنیا دار کے سامنے مالی اعانت کی درخواست نہیں پیش کی۔ کبھی کسی کی چوکھٹ پر نہیں گیا ہوں اور کسی بھی لمحے بزرگوں کے مشن سے غافل نہیں ہوا ہوں۔ والدِ گرامی نے مسجد کی تعمیر شروع فرمائی تھی میرے دور میں مکمل ہوئی مگر اپنے وسائل سے۔ حکومت تو بہانے ڈھونڈتی ہے کہ کوئی درخواست پیش کرے لیکن ہمیشہ دور رہے ہیں، بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ اکثر حکومتوں کی پالیسیوں سے اختلاف ہی رہتا ہے۔

✿ دلیلِ راہ: آپ نے اپنی زندگی میں ہزاروں نہیں تو سینکڑوں خطباء کو سنا ہوگا۔ کسی کی خطابت سے آپ متاثر ہوئے ہوں؟

☆ صاحب زادہ صاحب: جن حضرات کی خطابت سے میں متاثر ہوا ہوں ان میں چار شخصیات ہیں۔ ایک غزالیِ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی، دوسرے علامہ سید ریاض حسین شاہ اور تیسرے شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی، اور چوتھے علامہ محمد آصف جلالی۔ غزالیِ زماں میرے دادا جان کے عرس کے موقع پر دس سال تک مسلسل تشریف لاتے اور خطاب فرماتے رہے ہیں۔ یہ آپ کی جوانی کی اٹھان کا دور تھا۔ آپ کا خطاب جس طرح دلائل سے مزیّن ہوتا تھا اس کے بعد یہ رنگِ خطابت خال خال ہی نظر آتا ہے۔ عصرِ حاضر کے خطباء میں پسندیدہ طرزِ خطابت مفکرِ اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کا ہے۔ شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب کا خطاب بھی دلائل سے بھرپور ہوتا ہے اور علامہ محمد آصف جلالی کا طریقہ گفتگو بھی اہل سنت کے لئے میں سمجھتا ہوں مفید ہے۔

✿ دلیلِ راہ: خطابت کے لئے دوسرے شہروں میں بھی جانا ہوتا ہوگا؟

☆ صاحب زادہ صاحب: بہت کم جاتا ہوں۔ میرے دادا جان کا وصیت نامہ ہے اس کے آخر پر ایک مصرعہ تحریر ہے۔

فقیر را بائد دریں جاں کنند برائے طلب دنیا بر دروازہ دنیا دار نہ رود۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

میرے دادا جان نے ۱۹۰۷ء سے ۱۹۵۶ء تک تقریباً نصف صدی دین کی خدمت میں گزاری۔ والدِ گرامی نے ۱۹۵۶ء سے ۱۹۸۴ء تک اسی مشن میں صرف کیے۔ اس وقت سے اب تک میری کوشش بھی یہی ہوتی ہے کہ بجائے دیگر مشاغل کے چٹائی پر بیٹھ کر دین کی خدمت کی جائے تو اس سے بہت اچھے اور عمدہ نتائج مرتب ہوتے ہیں لیکن شرعی اور اخلاقی حقوق کی ادائیگی کے لئے اگر کہیں جانا پڑتا ہے تو حتیٰ المقدور جلد واپس آنے کی کوشش کرتا ہوں۔

✿ دلیلِ راہ: آپ تقریباً پینتیس سال سے میانوالی میں خطابت فرما رہے ہیں۔ پینتیس سال قبل اور آج میانوالی میں اہل سنت کی پوزیشن میں کیا کوئی فرق محسوس کرتے ہیں؟

☆ صاحب زادہ صاحب: میانوالی میں اہل سنت اللہ کے فضل سے اب بھی ماضی کی طرح مضبوط اور غالب ہیں۔ چند سال پہلے میں ضلع کی زکوٰۃ کمیٹی کا چیئر مین تھا۔ مساجد کا سروے کرایا گیا تو اعداد و شمار کے مطابق دیگر مسالک کی مساجد اور ادارے اہل سنت کے مقابلے میں ایک چوتھائی سے بھی کم تھے۔ کل ۱۷۲ مساجد تھیں جن میں سے ۱۳۴ اہل سنت کی جبکہ اڑتیس دیگر تمام مسالک کی تھیں۔

✿ دلیلِ راہ: اپنی زندگی کا کوئی حیرت انگیز یادگار واقعہ جسے آپ کبھی بھلا نہ سکے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ایک واقعہ ہے جسے میں کبھی بھی نہیں بھلا سکوں گا۔ میرے دادا جان میاں غلام حسین صاحب حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے مرید تھے۔ قبلہ دادا جان کے انتقال کے بعد آپ کا مزار اسی مسجد جامعہ اکبریہ کے احاطہ میں تعمیر ہوا۔ خواجہ قمر الدین سیالویؒ جب میانوالی شہر تشریف لاتے تو قبلہ دادا جان کے مزار پر فاتحہ خوانی ضرور فرماتے اور مسجد میں کوئی نہ کوئی نماز بھی ادا فرماتے۔ ایک مرتبہ اچانک گرمیوں کے دنوں میں ظہر کے وقت تشریف لائے، خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ اس دوران میں نے طلبہ سے کہا کہ چائے کا انتظام کرو۔ حضرت نماز سے فارغ ہوں تو چائے پیش کریں گے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت دادا جان کے مزار پر تشریف لے گئے۔ فاتحہ اور دعا کے بعد میں نے عرض کیا حضور کمرے میں تشریف لائیں چائے تیار ہے۔ آپ اسی کمرے میں تشریف لائے جس میں ہم اس وقت بیٹھے ہیں۔ داخل ہوئے اوپر نظر اٹھائی اور پھر فوراً باہر چلے گئے۔ باہر دروازے پر جوتے اتارے، کپڑے درست کیئے، گلے میں رومال ڈالا، اندر داخل ہوئے اور قبلہ رُو ہو کر دوزانوں تشریف فرما ہو گئے۔ میں نے درخواست کی کہ مسند پر تشریف فرما ہوں۔ فرمایا دیکھو اوپر گنبدِ خضراء کا عکس دیوار پر آویزاں ہے۔ ادب لازم ہے۔ جتنی دیر رہے دوزانوں بیٹھے رہے۔ یہ ہے محبتِ رسول ﷺ اور عشقِ رسول ﷺ۔ ان کا یہ انداز ہمیشہ کے لئے میرے دل اور دماغ پر نقش ہو کر رہ گیا۔

✿ دلیلِ راہ: آپ نے فرمایا کہ آپکے استاد محترم علامہ محمد اللہ بخش ایک کامیاب مناظر بھی تھے۔ کیا ان کا کوئی ایسا مناظرہ آپ کے ذہن میں ہے جس میں آپ خود بھی موجود تھے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ علاقہ تھل کے ایک گاؤں وچھویں میں علمِ غیب کے موضوع پر مناظرہ طے ہوا۔ مخالفین کی طرف سے مولوی محمد شفیع اترا (سرگودھا) اور مولوی فضلِ کریم بندیالوی (موجودہ مولوی عطاء اللہ بندیالوی) مدِ مقابل تھے۔ استاد محترم کے ساتھ مولانا احسان الحق فیصل آبادی تھے۔ استاد محترم وہاں پہنچ گئے تو صبح پتہ چلا کہ مدمقابل دونوں علماء رات کو ہی راہِ فرار اختیار کر گئے ہیں۔ یوں مناظرہ تو نہ ہوا لیکن ماحول دیکھنے کو ملا۔ اسی موقع پر آپ کے استاد محترم محدثِ اعظم مولانا سردار احمد نے آپ کو ''ابوالفتح'' کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ واں بھچراں جہاں آپ کا دارالعلوم تھا مولوی حسین علی بھی وہیں کا رہنے والا تھا۔ اختلافی مسائل پر بحث و مباحثہ معمول تھا۔ نمازِ فجر کے بعد روزانہ آپ درس دیتے اور درس کے دوران بھی زیادہ تر دلائل مناظرانہ ہی ہوتے تھے۔

✿ دلیلِ راہ: موجودہ حالات میں آپ اہل سنت کے علماءِ کرام، مشائخِ عظام اور عوام کو کیا پیغام دینا چاہئیں گے؟

☆ صاحب زادہ صاحب: میں تو علامہ محمد اقبال کی زبان میں یہ ہی کہنا چاہوں گا کہ

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر
جنہیں نانِ جویں بخشی ہے تو نے
انہیں بازوئے حیدر بھی عطا کر

☆☆☆

ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ

خطبات امام جیلانی

مفکر اسلام ڈاکٹر پیر سید عبدالقادر جیلانی مدظلہ العالی

علامہ پیر سید عبدالقادر شاہ جیلانی علم وادب اور تحقیق واظہار کا لائق اتباع گنجینہ ہیں۔ دودمان رسالت مآب ﷺ کا چشم وچراغ ہیں، عظیم مورخ، محقق اور مفسر ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں، خوبصورت لکھتے ہیں اور باکمال بولتے ہیں۔ علوم جدید وقدیم کا قابل رشک سنگم ہیں۔ فن خطابت کے شہریار اور استدلال اور براہین کی دنیا میں مقتدیٰ ہیں۔ دلیل راہ نے فیصلہ کیا ہے کہ پرانے علماء کے خطبات اور بیانات پر مشتمل زرپارے قارئین کی نذر کیے جائیں۔

شجاعتِ حسین رضی اللہ عنہ

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیآء ولکن لا تشعرون (البقرہ۔۱۵۴)

ترجمہ: (اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں)۔

حضرت امام جنت مقام امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظمیٰ کے ایسے ایام ہیں جن میں دوست کے ہاں Positively (اثباتی) اور دشمن کے ہاں Negatively (نفی) کے طور پر امام حسین علیہ السلام کے ذکر سے در و دیوار گونج رہے ہوتے ہیں۔ یہ بھی اللہ کریم کا ایک دستور ہے اپنے بندگانِ خاص کا ذکر منکروں کو کبھی ایسے جھنجٹ میں ڈال دیتا ہے کہ کرتے ہی جاتے ہیں۔

میں نے 130۔ جلدوں کی انگریزی میں لکھی ہوئی تفسیر برمنگھم یونیورسٹی کی لائبریری میں دیکھی۔ میں نے اپنی ریسرچ کے دوران اس کو چیک کیا ہے۔ تردید کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ مسلمانوں کی تفاسیر میں سے لکھتا ہے، بعد میں اس کا رد لکھتا ہے، لیکن مسلمانوں کی تفاسیر پڑھنے کے بعد ایمان میں اس قدر تازگی آ جاتی ہے کہ بعد میں جب آدمی اس کی تفسیر کو پڑھتا ہے تو ایسا جیسے بلی کھمبا نوچ رہی ہوتی ہے۔

تو میں حیران ہوتا ہوں کہ رب نے جو وعدہ فرمایا ہے:

ورفعنا لک ذکرک (الم نشرح۔۴)

''اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا''

تیرے ذکر کو ہم نے اونچا کر دیا۔ بیگانے خرچ پر مدینے والے کا ذکر اونچا کیا۔

اور قرآن مجید کی رو سے ایک کلیہ (Major premises) بنتا ہے۔ منطق کی زبان میں جس کو کبریٰ کہتے ہیں۔

کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ تعمیر کیا تو کعبہ کے تعمیر کر چکنے کے بعد ایک دعا مانگی۔ قرینہ تو یہ ہے کہ کوئی نماز پڑھے، اللہ اللہ کرے۔ بجائے نماز پڑھنے کے یا اور کوئی ذکر کرنے کے دونوں باپ بیٹا ہاتھ اٹھا کر حضور کردگار میں ایک درخواست کرتے ہیں:

ربنا وابعث فیھم رسولا (البقرہ:۱۲۹)

''اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول''

اے مولا کریم وہ بڑی شان والا رسول بھیج دے۔ لفظ ''میلاد'' نہیں استعمال کیا۔

کہا اس کو پیدا کر، جس کو روز میثاق کرسی کی صدارت پر بیٹھا ہوا دیکھ کر آئے ہیں، اسے بھیج دے۔

کسی اور نبی علیہ السلام کا پانچوں وقتوں کی نمازوں میں ذکر نہیں آتا سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے۔ اب یہ کس کے عوض میں ملا ہے؟ کہا رسول علیہ السلام اور بھی ہیں، آپ بھی ہیں، نبی اور بھی ہیں آپ بھی ہیں۔ وہ بھی میرے مطیع فرماں تھے تو بھی میرا مطیع فرماں ہے، لیکن آج ایک additional quality (اضافی خوبی) تجھ میں پائی گئی ہے اور وہ یہ کہ تو نے اتنا بڑا پلیٹ فارم بنا کے، ہر طرح کا اہتمام کر کے، بڑے عمدہ طریقے سے میرے محبوب کا ذکر اس پلیٹ فارم پر کیا ہے۔ تو کیا یاد رکھے گا کہ کسی کے محبوب کے ذکر کو اس پیار سے کیا ہے۔ اے ابراہیم علیہ السلام تو یاد رکھ کہ تو نے میرے محبوب کا ذکر ایک مرتبہ کیا ہے، اب جو ادھر منہ کر کے نماز پڑھے گا، جب تک تیرا ذکر نہیں کرے گا اس کی نماز ہی نہیں قبول کروں گا۔ اس سے magor premises (کلیہ) یہ بن گیا کہ ''ہر وہ انسان جو پورے اہتمام کے ساتھ ذکر محمد مصطفیٰ ﷺ کرے خدا اس کے ذکر کو عام کر دیتا ہے''۔

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا

اعلیٰ حضرت کے اس شعر کے مخاطب نبی کریم ﷺ نہیں ہیں بلکہ حضرت والئی بغداد اس کے مخاطب ہیں، یعنی سرکار بغداد کو کہنا چاہتے ہیں آپ کا ذکر بلند ہے۔

لیکن ورفعنا لک ذکرک کی آیت تو حضور ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہ اس جگہ کس طرح چسپاں ہو؟ کہتے ہیں:

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر

مطلب یہ کہ حضرت والئی بغداد بیٹے ہیں اس رفیع الذکر کے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، لہٰذا جو پھریرا آپ کے نانا کے گھر پر لہرا رہا ہے، اس کا سایہ آپ پر بھی پڑ رہا ہے۔

اس سے ایک Major premises (کلیہ) بن گیا کہ ہر وہ انسان جو مدینے والی سرکار ﷺ کے مشن کا کام کرے، سرکار ﷺ کا ذکر بلند کرے، اس کا بھی ذکر بلند ہو جایا کرتا ہے۔

یہ فارمولا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس امر سے بنا کہ پلیٹ فارم بنا کے، شان و شوکت کے ساتھ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کیا۔ رب نے فرمایا کہ ذکر محمد ﷺ اس اہتمام کے ساتھ تو نے کیا ہے، اب آئندہ جو بھی اس راستے پر چلے گا، میرے محبوب کے ذکر کو بلند کرے گا، اس کے ذکر کو بھی ہم بلند کر دیں گے۔

امام حسین علیہ السلام نے نبی پاک ﷺ کی گود میں بیٹھ کے ذکر کیا ہے، سرکار ﷺ کے کندھے پہ بیٹھ کے کیا ہے اور پھر نوکِ نیزہ پر سوار ہو کر بھی کیا ہے۔

آج بے ایمانوں کے خرچے پر امام حسین علیہ السلام کا ذکر بلند ہو رہا ہے۔ ایک غیر مسلم دانشور براؤن جو کہ ایک مستشرق ہے، نے اسلام کے خلاف لکھنے کی مقدور بھر کوشش کی ہے لیکن وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر کرتے وقت کہتا ہے:

Nobody can be compared with Imam Husain in punctuality,regularity,stability.

کہ کوئی دنیا کا آدمی ایسا نہیں ہے کہ جس کا مقابلہ امام حسین علیہ السلام سے کرے۔

اب اس انگریز کے سامنے تو پیغمبر یا غیر پیغمبر کی بحث نہیں ہے کیونکہ وہ عیسائی ہے، مستشرق ہے، اسلام کو اس غرض سے پڑھا کہ اسلام کو ضرر پہنچاؤں گا۔

جیسا ہم مسلمان لوگ مذاہب باطلہ پڑھتے ہیں، یہودیوں کے مذہب کو پڑھتے ہیں، عیسائیوں کے مذہب کو سمجھتے ہیں، ہندوؤں کے مذہب کو سمجھتے ہیں۔ جو مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ کرتے ہیں ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ ہم اس کو سیکھنے کے بعد اس پر عمل کریں گے، بلکہ ان کا رد کریں گے۔ جس مقصد کے لئے ہم دوسرے مذاہب پڑھتے ہیں اسی مقصد کے لئے ان لوگوں نے اسلام کی تردید کی غرض سے اسلام کا مطالعہ کیا ہے۔

لیکن وہ انگریز کہتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کسی کا بھی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ کس لحاظ سے؟ اس نے کہا بہادری، استقلال، وفا، شجاعت اور مردانگی کے لحاظ سے۔

اور کہتا ہے کہ جو آدمی تاریخی حقائق سے بے خبر ہو گا وہ امام حسین علیہ السلام کے نام کے مقابلے میں رستم کا نام لے سکتا ہے، وہ جاہل ہونے کی وجہ سے لے گا۔ اس وجہ سے نہیں کہ یہ سچائی ہے۔ رستم بہادر، دلیر، شہ زور تھا مگر امام حسین علیہ السلام کی ہوا بھی اس کو نہیں لگی ہوئی تھی۔ کیوں؟

''شاہنامہ فردوسی'' نے ''رستم و سہراب'' کے واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ جب رستم اور سہراب دونوں میدانِ جنگ میں آمنے سامنے آئے تو رستم کو یہ پتہ نہیں تھا کہ مدِ مقابل سہراب میرا بیٹا ہے۔

رستم بے اولاد ہونے کی وجہ سے ریٹائرڈ ہو چکا تھا اب وہ کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیتا تھا۔ جب جنگ چھڑی، جتنے بھی پہلوان تھے ایک ایک چیت کھائی سہراب کے مقابلے میں گر گئے۔ اب کیکاؤس نے رستم کی منت کی کہ مہربانی کر و تم مقابلے کے لئے چلو۔ اس نے کہا بڑی عزت کے ساتھ زندگی گزاری ہے، پوری زندگی میں میرا دھکا کوئی آدمی سہ نہیں سکا۔ اب میں عمر رسیدہ ہو چکا ہوں۔ اب مجھے دنگل کے لئے کس لئے لے جاتے ہو؟ میری زندگی میں جو شہرت بنی تھی وہ تباہ ہو جائے گی۔

یہ جو سیاسی لوگ ہوتے ہیں بڑے دانش کے امام ہوتے ہیں۔ خواہ کسی برائی کے لئے استعمال کریں، ہوشیار بڑے ہوتے ہیں۔ اسے کہتا ہے تیرا نام بدل دیتے ہیں۔ یہ نہیں کہیں گے تیرا نام رستم ہے۔ دنگل جیت گئے تو اعلان کر دیں گے کہ رستم نے جیتا ہے۔ اگر ہار گئے تو نام ہی نہیں لیں گے اس داؤ میں رستم آ گیا۔

اب دونوں باپ بیٹا دنگل میں کھڑے ایک دوسرے کو للکار رہے ہیں اور دونوں کے ہتھیار آسمانی بجلیوں کا مذاق اڑا رہے ہیں اور دونوں حکمرانوں کیکاؤس اور توران کی فوجیں مقابلے میں تنی ہوئی ہیں اور دونوں پہلوان مقابلے میں آ جاتے ہیں۔ جس وقت پہلا ہی داؤ مارا رستم کو سہراب نے گرا لیا۔

رستم آخر پہلوان تھا زندگی میں کبھی شکست دیکھی نہیں تھی اس وقت اسے غیرت آئی اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہے او رستم! اٹھو اور مرد بنو کیوں مرنے لگے ہو۔ یہ کہہ کر ایک ہاتھ مارا اور سہراب کو گرا لیا۔ سہراب کو گرا کر اپنے ترکش سے خنجر نکال کے اس کے پیٹ میں پھیر دیا۔

اس وقت سہراب کہتا ہے میں جس باپ کا بیٹا ہوں وہ تم سے حساب لے گا۔ رستم نے پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ اس نے کہا رستم کا بیٹا ہوں۔ اگر مچھلی بن کے سمندر میں چلے جاؤ گے میرا باپ تیرا پیچھا کرے گا۔ ستارہ بن کے آسمان پہ چلے جاؤ گے میرا باپ تیرا پیچھا کرے گا۔ شہباز بن کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جاؤ گے میرا باپ تیرا پیچھا کرے گا۔ کبھی نہیں چھوڑے گا میں رستم کا بیٹا ہوں۔

اب رستم وہ خود تھا، اس لئے اس نے کہا کہ رستم کا تو کوئی بیٹا ہی نہیں تھا۔ سہراب نے کہا میں رستم کا بیٹا ہوں۔ اس نے کہا کیا ثبوت ہے؟ آتے ہوئے رستم نے اپنی بیوی کو ایک کمر بند (تعویذ) دیا تھا اگر میرا بیٹا ہو تو سائز بتلانے کے لئے کہ میں اتنا بڑا جوان ہوں یہ کمر بند اور بازو کا تعویذ اسے دے دینا، پھر مجھے وہ تلاش کرلے گا اس نے اپنے ترکش سے کمر بند اور تعویذ بھی نکالا۔ یہ دیکھ کر رستم دھڑام سے وہ جالگا۔ لوگوں نے رستم کو گرتے ہوئے تو دیکھا مگر دوبارہ اٹھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

مسٹر براؤن کہتا ہے: واہ حسین علیہ السلام تیری ذات پہ قربان! رستم اپنے بیٹے کی موت کا منظر دیکھ کے دم توڑ گیا۔ واہ حسین علیہ السلام تیرے ہاتھوں میں تیرا اصغر علیہ السلام ہے، حلق سے تیر پار ہو گیا ہے اور اسے آخری سانس کے ساتھ اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا منظر جو قرآن بیان کرتا ہے:

فلمآ اسلما وتلّه، للجبين (الصفت ۔۱۰۳)

''تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا''

جب باپ بیٹے نے اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر لیا تو منہ کے بل لٹایا کہ کہیں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے دیکھوں تو رحم نہ ابھر آئے۔ آنکھوں پہ پٹی بھی باندھ لی کہ میری آنکھیں اس کو پھڑکتا ہوا بھی نہ دیکھیں تا کہ حکم خداوندی کی تعظیم آسانی سے کرسکوں۔

ان دونوں منظروں کو سامنے رکھ کر مسٹر براؤن کہتا ہے واہ حسین علیہ السلام!

رستم تو اپنے بیٹے کی موت دیکھ کے اس کو تڑپتا ہوا پا کے گرا تو پھر اٹھ نہ سکا۔ واہ حسین علیہ السلام تو کیسا شہ زور ہے، کتنا دلیر ہے، کیسا غیرت مند ہے، کیسا مستقل مزاج ہے، کتنا بہادر ہے!

ادھر اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں کہ آنکھوں پہ پٹی باندھیں، تو رسول اللہ ﷺ کا نواسہ ہو کے پٹی کھولے وہ چھری پار نہ کرسکیں، تو اپنے ہاتھ سے علی اصغر کے حلقوم سے دشمن کا پھینکا ہوا تیر نکالے تو ساتھ ہی بچہ بھی دم توڑ دے۔ اس کے باوجود تو میدان میں جائے۔ آج پھر یہ کہنے کی بات ہے کہ

اج پٹیاں کھول وکھا ساں میں ، اج اصغر ذبح کراساں میں
اج سوہنا یار مناساں میں ، اج عشق نوں سبق پڑھا ساں میں

رستم نے جتنی بہادریاں کی ہیں وہ روٹی کھا کے کی ہیں۔ واہ حسین علیہ السلام، واہ حسین علیہ السلام! تو نے جو بہادری کر کے دکھائی ہے وہ کئی دن کا فاقہ کاٹ کے دکھائی ہے۔ رستم نے جو بہادری کی ہے وہ پانی پی کے کی ہے، تو نے جو بہادری کی ہے وہ پیاسا رہ کے کی ہے۔ رستم نے جو بہادری کی ہے وہ معاوضہ لے کے کی ہے اور تم نے جو بہادری کی ہے،

گھر لٹانا جان دینا کوئی تم سے سیکھ لے
جان عالم ہو فدا اے خاندان اہل بیت

کہا رستم نے جتنی بہادریاں کی ہیں تنخواہ لے کے کی ہیں، حسین علیہ السلام نے جو بہادری کی ہے گھر لٹا کے کی ہے۔ آخر بیٹے کو مرتا ہوا دیکھا جانبر نہ ہو سکا۔ امام حسین علیہ السلام کا امام علی اکبر علیہ السلام لمبی لمبی زلفوں والا، گردن وہ پھڑک رہی ہے، باڈی وہ پھڑک رہی ہے۔ امام حسن علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے امام قاسم علیہ السلام خوبصورت چھریرے قد کا جوان ہے جب تک اس کی تلوار چلتی ہے ایسا پتا چلتا ہے کہ آسمان کی بجلیاں کڑک کڑک کے لگ رہی ہیں، ان کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ اعضاء کٹے ہوئے ہیں۔ عباس رضی اللہ عنہ علمبردار کے بازو کٹے ہوئے ہیں۔

ظلم کیتا ای ڈاڈا ظالما وے جھگا حیدری آن اجاڑیا ای
باواں کٹ حسین دے ویر دیاں علی اکبر دا لاشہ لتاڑیا ای
تیرے جور و جفا دی حد مک گئی سر حسین دا نیزے تے چاڑیا ای
کھل گئے سید دے سینے دے زخم سارے جدوں تیر حلقوم وچ ماریا ای

WWW.NAFSEISLAM.COM

ان مناظر سے گزرنے کے بعد امام حسین علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہیں۔ یہ لاشوں کے ڈھیر ادھر ادھر لاشے پھڑک رہے ہیں، پیاس کی وجہ سے حلقوم خشک ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف نکلتے ہیں۔

طبری نے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام جس وقت آئے ، صفوں پر ٹوٹے ، اس وقت امام حسین علیہ السلام کے جوتے مبارک کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ قانونی نقطۂ نگاہ سے اگر موقع واردات مرتب کر کے دیا جائے جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ اس بات کے کوئی تیس سے زیادہ گواہ ہیں، جنہوں نے کہا کہ بوٹ کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ آپ تعین کرتے وقت کیا determine (فیصلہ) کریں گے کہ کتنے فاصلے پر تھا؟ بوٹ کا تسمہ پچاس گز کے فاصلے پر نظر نہیں آتا اور اگر تیس آدمی بیک وقت اسے دیکھیں تو یہ تھوڑی سی جماعت ہے جنہوں نے دیکھا ہے۔ اگر بیک وقت تیس آدمی تسمہ دیکھنے والے تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مولا مرتضیٰ ﷺ کے لختِ جگر کی تلوار کی زد میں تھے۔ امام حسین علیہ السلام صفوں میں آگے تک بڑھے ہوئے تھے۔

ذرا تصور کریں، امام حسین علیہ السلام کا گھوڑا سامنے سے آرہا ہے، ادھر پچیس ہزار کی آرمی ہے، علی کا بیٹا تن تنہا ہے، سینہ تان کے دشمن کی طرف آرہا ہے۔ تو سامنے کھڑے ہو کر داد دیں۔

دلاوروں میں فرد ہے یہ کیسا شیر مرد ہے
کہ جس کے دبدبے سے دشمنوں کا رنگ زرد ہے
یہ بالیقیں حسین ہے نبی کا نورِ عین ہے
جبھی تو اس کے سامنے یہ فوج گرد برد ہے

ان منزلوں سے وہ گزرے تو رب یہ تمغہ نہیں دیتے ہیں یہ نشان حیدر سے زیادہ قیمت رکھتا ہے، نشان جرأت سے زیادہ قیمت رکھتا ہے۔

(۲)

ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات

''ان کو مردہ کہنا ہی نہیں''

کہا ممکن ہے کہنا منع ہو۔ ہوں تو ہوں۔

فرمایا: نہیں۔ **بل احياء ولكن لا تشعرون**

''وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے''

اس کا معنی یہ ہے کہ جو چیز تمہاری سمجھ میں نہ آئے اس کا انکار نہ کیا کرو۔ کیا تمہاری سمجھ ساری کائنات کا پیمانہ ہے؟ سمجھنا یہ ہوگا جس کا نام امام حسین علیہ السلام ہے اسی کو نہیں بلکہ اس راستے کے سارے مسافروں کو کہا۔ تمہاری سمجھ میں نہیں آتا لیکن ہے زندہ۔

ہمارے بزرگوں کے علاوہ دیوبند کے شیخ الحدیث انور علی شاہ صاحب لولابی نے اپنی کتاب (فیض الباری شرح بخاری) کے اندر لکھا ہے کہ امام جلال الدین سیوطی نے 70 سے زیادہ مرتبہ نویں اور دسویں صدی میں نبی پاک ﷺ کو جیتے اور جاگتے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی اپنی کتاب (شرح الصدور فی احوال موتہ والقبور) میں لکھتے ہیں کہ شہدائے احد میں سے ایک شخص کا مزار ہے اور کسی غرض کے لئے وہاں ایک اور مزار کھودنے کی ضرورت پیش آئی۔ اچانک کدال لگی تو ایک طرف سے زمین ٹوٹ گئی۔ تو دیکھا اندر ایک بندہ بیٹھا ہوا ہے۔ زمین کے اندر اوپر سے زمین پختہ ہے، ہموار ہے۔ اندر قرآن مجید پڑھ رہا ہے۔ اندر روشنی بھی دیکھی تو فوراً پوچھتا ہے قیامت آگئی ہے۔

یہ بات امام جلال الدین سیوطی کہتے ہیں، جن کے بارے میں، میں بھی اور آپ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کو جیتے جاگتے ہوئے سر کی آنکھوں کے ساتھ عالم بیداری میں 70۔ سے زیادہ مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ بھی دیکھے تو حد ہے مقبولیت کی۔

تو وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ وہ اس قبر میں بیٹھنے والے آدمی نے پوچھا کہ قیامت آگئی ہے؟ تو گڑھا کھودنے والا کہتا ہے کہ قیامت تو ابھی نہیں آئی۔ اس نے کہا ''پھر یہ سوراخ بند کرو، میرا وقت نہ ضائع کرو۔'' بعد میں جب تحقیق کیا تو پتا چلا کہ شہدائے احد میں سے ہے۔

عملاً مشاہدہ ہوا، لوگوں نے دیکھا کہ اندر بندہ ہے اور زمین کے اندر مدفون ہے اور مدفون ہو کے زندہ ہے۔ صرف زندہ ہی نہیں بلکہ متحرک بالارادہ ہے اور مدرک بالذات ہے یعنی جس کو Rational (عقل رکھنے والی) جس کو منطقی عقل رکھنے والی (مدرک بالذات) کہتے ہیں۔

وہ آدمی اب قبر میں ہے وہ صرف مدرک بالذات، متحرک بالارادہ ہی نہیں بلکہ ناطق بھی ہے۔ بات کر رہا ہے۔ اس کو پتا ہے میں کون سی

زبان بولنے والا ہوں۔اس نے قبر میں جاکے کوئی لینگوئج کورس نہیں کیا۔معلوم ہوا پوری باتیں سمجھتا ہے، پوری باتیں کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے؟

واہ مدینے والے تیری رسمِ وفا پہ قربان! بہادری کیا کی ہے؟ کسی یونیورسٹی میں جا کر کورس کیا ہے؟ جی نہیں، تو پھر کیا کیا ہے؟

کہ مدینے والے کی خاک راہ پر منہ رکھ کر جان دے دی ہے۔

خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے
جو آنکھیں ہیں محو لقائے محمد ﷺ

اسی میدان میں کفار بھی مرے، کیا ان کا کوئی اس طرح کا ریکارڈ ہے کہ وہ بھی زندہ ہیں؟ ان کی زندگی یقیناً مسلمہ ہے لیکن نبی پاک ﷺ کے غلاموں کی زندگی جیسی نہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''تفسیر مظہری'' میں آیت وان لیس للانسان لا ما سعی (۳۹ النجم) ''اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش'' کے تحت لکھتے ہیں ''جو بندگان خاص ہیں یذھون من السماء والارض والجنت حیث یشاؤن ''وہ زمین میں، آسمانوں میں اور جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں''۔

نہ ان کا پٹرول خرچ ہوتا ہے، نہ ان کو کسی کنوینس کی ضرورت پڑتی ہے۔بغیر کسی ذریعے کے وہ کیسے آتے جاتے ہیں؟

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت بلال ﷺ نے جس کنوینس (سواری) کو استعمال کیا وہ سرکار ﷺ کے عشق و محبت کا جیٹ طیارہ ہے کہ براق پیچھے گیا ہے بلال حبشی ﷺ پہلے جنت میں گھوم رہا ہے اور اس کو راستے میں کوئی روکنے والا نہیں۔

تو قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ فرماتے ہیں وہ زمین، آسمان، جنت میں جہاں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔کون جاتے ہیں؟ قبروں میں گئے ہوئے۔

بڑی شخصیت کا آدمی ہے، تفسیر مظہری عربی میں ۱۰ جلدوں کی کتاب ہے۔وہ کہتے ہیں کہ اہل اللہ اپنی قبروں میں سے نکل کے جنت میں جانا چاہیں کوئی روکتا نہیں۔آسمان پر جانا چاہیں کوئی روکتا نہیں، زمین میں جس جگہ جانا چاہیں کوئی روکتا نہیں۔جب کوئی روکتا نہیں تو پھر آنے جانے کی بحث کیا ہے؟ کہتے ہیں پھر کرتے کیا ہیں؟ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں قبروں میں جانے کے بعد۔

یہ بات قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہتے ہیں۔قاضی ثناء اللہ پانی پتی طریقت میں مرزا مظہر جان جاناںؒ کے خلیفہ ہیں۔یہ تین چار واسطوں کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے خلیفہ ہیں۔تو صوفی بھی کمال درجے کا ہے۔مولوی بھی کامل درجے کا ہے۔وہ آدمی لکھتا ہے کہ اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں۔اپنے دوستوں کے جو دشمن ہوتے ہیں ان کو ہلاک بھی کرتے ہیں۔

(۲) ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون (البقرہ۔۱۵۴)

''اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں''

بسا اوقات کربلا شریف کے حوالے سے دانشوروں کا ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ یہ ساری من گھڑت کہانیاں ہیں۔

مثلاً واقعات کربلا سے اس وقت فضا پر کوئی اثر ہونا۔

اس سے کم از کم بین الاقوامیت ثابت ہوتی ہے کہ واقعہ کربلا ایک شخصی قسم کا واقعہ نہیں تھا، ایک قبیلائی قسم کا واقعہ نہیں تھا، بلکہ خدا کی بستی کائنات میں ایک عالمی حقیقت تھی۔اس لئے اس سے پورا عالم متاثر ہوا۔جس میں آسمان سے خون برسنا ہے۔عراق کے علاقے میں پتھروں کے نیچے خون پایا جانا ہے۔دیواروں پر مدتوں تک اس خون کے چھینٹے بدستور ہر شہر، ہر بستی، ہر مقام پر رہے۔اس کے علاوہ سورج کا گرہن لگنا ہے۔

تو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ محض زیبِ داستاں کے لئے واعظین نے یہ باتیں گھڑی ہیں۔میں سمجھتا ہوں اگر ان سب واقعات کو بھی واقعہ کربلا کی حقیقتوں سے خارج کر دیا جائے تو نہ مرتبہ حسین علیہ السلام میں کوئی فرق لا سکتا ہے، نہ حسینیت میں کوئی فرق لا سکتا ہے، نہ اس واقعہ کی نظریاتی قوت میں کوئی فرق لایا جا سکتا ہے۔محض منہ چڑانے والی بات ہے۔

مگر جو قوم ایسا کر رہی ہے ان کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ کبھی انہیں حضور مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہونا ہے۔میرا اور آپ کا کوئی عزیز مر جائے اور اگر کوئی صرف فاتحہ ہی نہ کہنے آئے تو ہم اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔اس کے فاتحہ کہنے سے مجھے اور آپ کو کیا مل رہا تھا؟ کچھ ملا تو نہیں۔اس کے آ جانے سے میرا معاشی Status تو نہیں بدل گیا۔میرے مالی حالات تو تبدیل نہیں ہوئے۔میری سیاسی قوت تو نہیں بڑھ گئی۔فاتحہ نہ پڑھنے پر ناراض کیوں ہوں؟

دراصل انسان کی فطرت ہے کوئی اس کے شریک غم ہو تو اچھا لگتا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

اگر کوئی اس وقت یہ کہہ دے کہ اس کا کوئی مر گیا تو کیا ہوا؟ روزانہ لوگ مرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ جملہ بول دیا جائے، نہ تو یہ گالی ہے، نہ لڑائی ہے۔ اپنے دل پر ایک مرتبہ ہاتھ رکھ کر مجھے جواب دیجئے۔ اگر خدانخواستہ میرے اور آپ کے کسی عزیز کی موت واقع ہو، کوئی ثقہ راوی آ کر کہتا ہے کہ فلاں نے تیرے بیٹے کی وفات پر، تیرے باپ کی وفات پر، تیرے بھائی کی وفات پر یہ جملہ بولا تھا، ایمان سے بتاؤ! زندگی میں یہ بات تمہارے ذہن سے کبھی اترے گی؟

تو دونوں جہاں کے میرو مختار کا وہ نورِ نظر جس پر سرکار ﷺ نے اپنا بیٹا قربان کیا تھا، جس کو اپنا بیٹا دے کے بچالیا تھا۔

یہ ثقہ حدیث ہے اور اپنوں اور بیگانوں کے ہاں موجود ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بھی اور آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی دونوں حضور ﷺ کی گود میں ہیں۔ حضرت جبرائیل امین حاضر ہوئے۔ یا رسول اللہ ﷺ ان دونوں میں سے ایک کو رب لینا چاہتا ہے، بتایئے! ان میں سے کون ساخوشی سے دے سکتے ہیں؟ تو سرکار ﷺ نے جواب میں فرمایا: میں خوشی سے ابراہیم علیہ السلام دے سکتا ہوں، حسین علیہ السلام نہیں دے سکتا، لینا چاہے تو دونوں اس کے مال ہیں، لیکن میرا انتخاب نظر استعمال کرنا چاہے اپنے کرم، اپنی عطا سے، تو میں ترجیح دوں گا کہ میرا ابراہیم علیہ السلام لے لیا جائے، میرا حسین علیہ السلام نہ لیا جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے لینے سے فقط مجھے چوٹ لگے گی، اس کو میں سہہ سکتا ہوں، لیکن حسین علیہ السلام کے لینے سے مجھے بھی چوٹ لگے گی، میری فاطمہ علیہا السلام کو بھی چوٹ لگے گی اور میں فاطمہ کو آزردہ نہیں دیکھ سکتا۔ اگر پروردگار عالم مہربانی فرمائے تو میرا ابراہیم علیہ السلام لے لے۔

جس آدمی کا اکلوتا بیٹا ہو وہ کسی پر قربان کرے، بعد میں افسوس رہتا ہے کہ میں نے غلطی کی ہے، مگر سرکار تاجدار مدینہ علیہ السلام جب بھی کبھی امام حسین علیہ السلام کو دیکھ لیتے۔ فرماتے: ''قربان جائیں بیٹے تیرے کہ میں نے اپنا حقیقی بیٹا دے کے تیرے بدلے میں تجھے بچالیا ہے''

اور امام جنت مقام نے بھی میدان کربلا میں اپنا بیٹا اصغر علیہ السلام راہ مولا میں قربان کر کے واضح کر دیا کہ اے محبوب کبریا علیہ السلام! تیرے مشن کا معاملہ ہے کہ تیرے مشن کے حلق پہ چھری رکھی جائے یا میرے حضرت علی اصغر ﷺ کے حلق پہ چھری رکھی جائے، تو میں نے تیرے مشن کی، تیرے دین کی گردن پر سے چھری اٹھا کے اپنے بیٹے کی گردن پر رکھ لی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ساری کائنات میں بعد از مصطفیٰ ﷺ افضل ہیں، جو حضور ﷺ کے بعد سب سے افضل انسان تھے، انہوں نے بھی اپنے بیٹے کی قربانی کا وقت آیا تو اپنی آنکھوں پہ پٹی باندھی تھی۔ آج کربلا کے میدان میں 25 ہزار دشمن بھی گواہ ہیں۔

اج پٹیاں کھول وکھا ساں میں
اج اصغر نوں ذبح کراساں میں
اج عشق نوں سبق پڑھاساں میں
اج سوہناں یار مناساں میں

آج سے پیشتر عشق کی یلغار میں جب بھی انسان آیا تو انسان نے ہتھیار ڈالے، لیکن حسین علیہ السلام نے جن سرحدوں پر (عشق نے) انسانیت کو روکا تھا آج وہ سرحد پار ہو رہی ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کہتے ہیں:

اج پٹیاں کھول وکھا ساں میں
اج اصغر نوں ذبح کراساں میں

اے پیارے! اگر بیٹا لے کے تو راضی ہوتا ہے، تو نے کبھی اپنا بیٹا دے کے میری ماں کو راضی کیا تھا، مجھے خوش کیا تھا۔ آج میں اپنا بیٹا دے کے تجھے خوش کر رہا ہوں۔ اگر چھوٹا بیٹا چاہئے تو یہ رہا علی اصغر علیہ السلام۔ اگر بڑا بیٹا چاہئے تو یہ رہا علی اکبر علیہ السلام۔ آج جوانیاں بھی قربان کی ہیں، آج بچپن بھی قربان کئے ہیں، آج گھر بھی قربان کیا ہے، اہلِ خانہ کو بھی خطرے میں ڈالا ہے۔ متاعِ زندگی کے دھوئیں اڑ رہے ہیں، لیکن آج یہ واضح کر رہا ہوں۔

عشق کے مقتل میں دست وپا ہلانا ہے منع

کہنے والا اگر یہ کہنا چاہتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام پہ جو بیتی ہے وہ من گھڑت story (کہانی) ہے، تو اگر مسلمان ہو کے کہنا چاہتا ہے تو پھر تو چانس نہیں ہے، بے ایمان ہو کے کہنا چاہتا ہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ دیکھنا یہ ہوگا کہ ایمان کی خیر منا کے کہنا چاہتا ہے یا ایمان کا دیوالیہ کر کے کہنا چاہتا ہے۔

Nafseislam
WWW.NAFSEISLAM.COM

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی ''خصائص کبریٰ'' جلد دوئم کے صفحہ: ۴۴۹۔۴۵۰ پر امام حسین علیہ السلام کی بحث پھیلی ہوئی ہے۔ انہوں نے یہ کتاب واقعہ کربلا کی غرض سے نہیں لکھی۔ (باب الاخبار عن الغیوب) کے تحت یہ بات لکھی ہے یعنی سرکار دو جہاں ﷺ کے سامنے پوری بزم موجودات تھی، جو کچھ ہو چکا تھا وہ سرکار ﷺ کے سامنے تھا، جو ہونے والا تھا وہ بھی سرکار ﷺ کے سامنے تھا۔ اس کے نمونے کے طور پر، اس کو ثابت کرنے کے لئے یہ بات واضح کی کہ یہ باتیں نبی پاک ﷺ نے اپنی زبان سے ارشاد فرمائی ہیں۔

تو جب نبی پاک ﷺ کی زبان مبارک سے وہ باتیں نکلی ہوئی ہوں، جناب حیدر کرار علیہ السلام نے وقت سے پہلے اپنی اس قوت روحانی سے یہ باتیں بتا دی ہوئی ہوں اور ہماری معتبر اور مستند کتابوں میں موجود ہوں تو پھر واعظ بیچارے پر کیوں الزام دیتے ہو؟

مثال کے طور پر کچھ لوگوں کی تعلیم کم ہے لیکن وہ ذکر اہل بیت کرتے ہیں۔ یہ کس جگہ لکھا ہے کہ جب تک وہ انگلینڈ نہ جائے وہ ذکر اہل بیت نہ کرے۔ جو سیدھے سادے مسلمان ہیں، کچھ بھی نہیں جانتے، جوں ہی امام حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام کا نام آتا ہے، آئمہ اہل بیت کا نام آتا ہے، حضرت والی بغداد ؓ کا نام آتا ہے، حضرت غریب نواز سلطان الہند سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے، حضرت سید بہاؤ الدین نقشبند بخارا رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے، حضرت سید شاہ چراغ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے، حضرت شاہ محمد غوث اچی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے، حضرت شاہ مقیم شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ حجرہ شریف والوں کا نام آتا ہے، حضرت پیر جماعت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے، پیر حیدر علی شاہ صاحب جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے، حضرت خواجہ خواجگان پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی آتا ہے تو لوگ بے ساختہ کہتے ہیں آل نبی ﷺ اولادِ علی علیہ السلام ہیں۔

اب یہ کہنے کے لئے کیا کوئی کورس کرنا چاہئے؟ یہ ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ تو ان سے محبت کا وہ اظہار کیا جاتا ہے جو بڑے سے بڑے پڑھے لکھے آدمی کے لئے نہیں کیا جاتا۔ تو اس حسد کی وجہ سے یہ کہنا چاہئے کیونکہ یہ خاتون پڑھی ہوئی نہیں ہے تو اولاد رسول اللہ ﷺ کے نام پر اس نے یہ کیوں کہا ہے آل نبی اولاد علی ہیں۔

پڑھنے کے لئے، علم کے لئے یونیورسٹی نہیں چاہئے۔ بعض وقت ماؤں کی گودوں میں وہ علم مل جاتا ہے جو یونیورسٹیوں میں نہیں ملتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے تھے؟

علم کتابی کے مقابلے میں مجلس کی قوت زیادہ ہے۔

دیں مجو اندر کتب اے بے خبر
علم و حکمت از کتب، دیں از نظر

اگر آپ علم و دانش جاننا چاہتے ہیں ضرور کتابیں پڑھیں لیکن دین سیکھنا چاہتے ہیں تو کسی اہل نظر کے پاس ضرور جائیں، ورنہ ایسا ممکن ہوگا کہ علم کے ہوتے ہوئے بھی بیڑہ غرق ہو سکتا ہے۔

آئیں! اس پر غور کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی ذات بابرکات نے امام جنت مقام علیہ السلام کے بارے میں کن تاثرات کا اظہار کیا اور وہ کہاں لکھا ہوا ہے:

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی خصائص کبریٰ جلد دوئم ص: ۴۵۲ کے اندر لکھا ہوا ہے:۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جن کا سن وفات ۲۴۱ھ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر و بیشتر فائنل ایجوکیشن ان سے ہے۔ یہ ان کے آخری استاد ہیں۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا سن وفات ۹۱۱ھ ہے مصر کے رہنے والے ہیں اور انور علی شاہ صاحب لولابی جو دیوبند کے شیخ الحدیث ہیں انہوں نے اپنی کتاب (فیض الباری شرح بخاری) میں لکھا ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے دسویں صدی کے اوائل میں اور نویں صدی کے اواخر میں نبی پاک ﷺ کو جیتے اور جاگتے ہوئے سر کی آنکھوں کے ساتھ ۷۰ سے زیادہ مرتبہ دیکھا ہے۔ اس پر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ریفرنس موجود ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس حدیث کو روایت کرتے ہیں کہ واقعہ کربلا جس تاریخ کو پیش آیا اس دن کی بات ہے:

رآہ ابن عباس نصف النہار اشعث اغبر بیدہ قارورۃ فیھا دم یلتقطہ فسالہ فقال: دم الحسین واصحابہ لم ازل اتتبعہ منذالیوم فنظر وافوجدوہ قد قتل فی ذلک الیوم فاستشھد الحسنین۔

(ص: ۱۹۲۔ الصواعق المحرقۃ)

کہتے ہیں، میں نے عالم خواب میں سرکار تاجدار مدینہ ﷺ کو دیکھا۔

(بخاری شریف جلد دوئم ص: ۹۱۵) میں حدیث پاک ہے: من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل ''جس نے مجھے عالم خواب میں دیکھا ہے اس نے سچ مچ مجھے ہی دیکھا ہے، شیطان میری مثل نہیں بن سکتا'' جس نے مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھ ہے، جو بات میں نے اس سے کہی ہے، وہ میں نے ہی کہی ہے، وہ میری ہی بات ہے۔

نہیں تو حدیث کی کتابوں میں یہ باتیں کیوں لکھتے۔ اگر عام خواب کی قسم کی چیز ہوتی تو محدثین ان باتوں کو حدیث کی کتابوں میں حدیث کا میٹریل مان کے کیوں لکھتے؟

معلوم ہوا کہ نبی پاک ﷺ عالم خواب میں بھی بات کریں تو وہ حدیث ہے، عالم بیداری میں بھی بات کریں تو حدیث ہے۔ کیونکہ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو سچ مچ وہ میں ہی تھا''۔

واقعات کربلا کی المنا کی جو لوگ بیان کرتے ہیں ان کو میں اچھا سمجھتا ہوں، اس لئے کہ کسی بہانے خاتون جنت کے لخت جگر کا ذکر تو کرتے ہیں، دوشِ رسول کے شہسوار کا ذکر تو کرتے ہیں۔ کتنی بے ایمانی کی قسم کا کام ہے کہ تعلیم کی کمی کا الزام دے کر ان کو بند کرنا چاہتے ہیں کہ یہ ذکر اہل بیت نہ کریں۔ اصل میں ان کا منشاء اور ہے۔ وہ ذکر اہل بیت روکنا چاہتے ہیں۔

اگر واقعات کی اسناد کو، ان کے معتبر ہونے کو معلوم کرنا چاہتے ہو تو تمہیں بتاتا ہوں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا (ذات یـــوم) ایک دن (نـــصف النہار) دوپہر کے وقت (اشعث اغبر) سرکار ﷺ کے بال بکھرے ہوئے ہیں، ریش مبارک اور زلفوں مبارک پر گرد پڑی ہوئی ہے۔

وہ زلفیں:

والضحیٰ (۱) والیل اذا سجی (۲)

اے پیارے تیرے چہرہ زیبا کی قسم، اس تیری زلف تابدار کی قسم جو تیرے اس چہرہ مبارک پر ایک مرتبہ لہرا کے دکھاتی ہے۔

سرکار تاجدار مدینہ ﷺ کسی کافر کے کچھ برا بھلا کہنے کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہیں اور آپ ﷺ کی زلف تابدار بکھری ہوئی ہے، ترتیب نہیں پائی ہوئی۔ (حضور ﷺ کی زلف ترتیب پا کے بھی ایک حسن رکھتی ہے اور بکھر کے بھی ایک حسن رکھتی ہے۔) علامہ عبدالرسول (متنِ متین کے مصنف) نحو کا آخری امام ہے ان کے بعد کوئی فن نحو پر اس پائے کی کتاب نہ لکھ سکا، ان کا شعر ہے:

گیسوئے مشکیں رخ محبوب تک آنے لگے

چشمہ خورشید میں بھی سانپ لہرانے لگے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی، سرکار ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے سگے بھانجے اور اس ماں کے بیٹے جس نے ابولہب کو ایک لاٹھی مار کے مار ڈالا تھا۔ جس دن بدر کی لڑائی ہوئی تھی۔ ایک غلام نے جا کر اطلاع دی کہ مسلمانوں نے کافروں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ پھینکا ہے۔ چوٹی چوٹی کے آدمی مار دیئے ہیں، ساری فوجی قیادت تباہ کر دی ہے۔ جتنے بے فکری تدبیر کرنے والے بے ایمانی کے امام ہیں سب کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ 70 آدمی مار ڈالے ہیں، 70 کو پکڑ کے لے گئے ہیں، باقی کوڑا کرکٹ ہی جان بچا کے آیا ہے، لیکن ایسا کوئی نہیں کہ جو بدر میں گیا ہو اور زخمی نہ ہوا ہو۔ تو ابو رافع نامی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ایک ملازم تھے، آبِ زم زم پہ پانی تقسیم کر رہے تھے وہ مسلمان صحابی تھے اٹھ کر اچھلنے لگے کہ مسلمان جیت گئے۔

ابو جہل اصل میں chief of state تھا لیکن آتے وقت اپنی جگہ قائم مقام ابولہب کو صدر بنا کے آیا تھا۔ ابولہب نے acting president ہونے کی حیثیت سے اٹھ کر ابو رافع رضی اللہ عنہ کے منہ پر ایک چپت مار دی۔ کہنے لگا ہمارے دشمن جیتے ہیں اور تو اچھل رہا ہے۔

حضرت ام الفضل بنت الحارث اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئیں تھیں۔ کعبہ شریف اس وقت تازہ اکھاڑ کے بنایا گیا تھا۔ اس کا کچھ میٹریل ادھر ادھر پڑا ہوا تھا۔ وہاں سے ایک لکڑی کی بلی اٹھا کے ابولہب کے سر پر ماری۔ انہوں نے کہا بے ایمان مارتا ہے، ہم نے کلمہ نہ پڑھا سہی، لیکن ہمارا بھتیجا تو ہے، ان کے جیتنے پر تو ناراضگی کیوں کرتا ہے؟ میں بھی خوشی کرتی ہوں جو کر سکتا ہے کر لے۔ جو ایک لاٹھی لگی اس سے بائیسویں دن مرا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس ماں کے بیٹے ہیں۔ کہتے ہیں: ''دوپہر کے وقت دیکھا سرکار ﷺ کے بال بکھرے ہوئے ہیں، سرکار ﷺ کے چہرۂ زیبا پر گرد پڑی ہوئی ہیں۔ (بیدہ قارورۃ) سرکار ﷺ کے ہاتھ میں ایک بوتل اٹھائی ہوئی ہے۔

یہ کہانی تو نہیں ہے۔ امام جلال الدین سیوطی کی کتاب (خصائص کبریٰ) ہے جنہوں نے 70 سے زیادہ مرتبہ سرکار ﷺ کو وفات کے ایک

ہزار برس بعد جیتے جاگتے ہوئے عالم بیداری میں دیکھا، وہ آدمی لکھ رہا ہے۔ راوی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ کہتے ہیں کہ سرکار ﷺ کے ہاتھ میں بوتل ہے۔ اس میں ہے کوئی مبالغہ؟

جس بات سے سرکار ﷺ کا دل تڑپا ہے۔ اگر اس سے سورج بھڑکا ہے، چاند تڑپا ہے، زمینوں وآسمانوں میں بے قراری آئی ہے، تو مدینے والے کے دل میں بے قراری آنے کے بعد ان بے قراریوں کی کیا قیمت رہتی ہے؟ جس کی بے قراری سے گرمی محشر میں دھوم پڑ جائے گی۔ محبوب ناراض ہو رہا ہے:

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ

اور پیارے! روٹھنا نہیں جو کہو گے سو کریں گے

یہ اس دل کی تڑپ کی بات ہے۔

حضور ﷺ کے دست گرامی میں شیشی تھی۔ (**فیھا دم**) اس میں خون تھا۔

دیکھتا کون ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کس کو دیکھتے ہیں؟ سرکار ﷺ کو۔ وقت کون سا ہے؟ دوپہر کا۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت سے co-ordination (مطابقت) ہو رہی ہے۔

کہتے ہیں: میں نے عالم خواب میں سرکار ﷺ سے عرض کیا: (**ما ھذہ**) یارسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے؟ (**قال ھذا دم الحسین واصحابہ**) فرمایا: یہ امام حسین علیہ السلام کا خون ہے اور اس کے دوستوں کا خون ہے۔

نبی پاک ﷺ کا مزار پاک مدینہ شریف میں ہے، واقعہ کربلا شریف (عراق) میں دریائے فرات کے کنارے پر ہو رہا ہے۔ نبی پاک ﷺ قبر سے اٹھ کر وہاں جائیں اور وہاں سے specimen (شواہد) اکٹھے کریں کہ کل گرمی قیامت میں ان چیزوں کو پیش کیا جانے والا ہے۔

اب اور کسی نبی، ولی، غوث، قطب، پیر، قلندر کے خون کو اس طرح اکٹھے نہیں کیا گیا صرف ان کے خون کو اکٹھا کیا گیا، تو واقعات کو ثابت کرنے کے لئے۔

یومئذ تحدث اخبارھا (۴)

بان ربک اوحی لھا (۵)۔ (الزلزال)

''اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی اس لئے کہ تمہارے رب نے اسے حکم بھیجا''

اس دن زمین خود بول کے کہہ دے گی کہ اس آدمی نے یہ یہ جرم یوں یوں کیا ہے، پھر مٹی اکٹھی کرنے کی کیا ضرورت؟۔

دراصل محبت کی عادت ہے کہ محبت اپنے محبوبوں کی یادوں کو زندہ رکھتی ہے۔ کہا حسین تیری مٹی اپنے پاس رکھوں گا، تیرا خون اپنے پاس رکھوں گا۔

جس کی وجہ سے سرکار تاجدار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر بے قرار ہوئی، اس بے قراری کے بارے میں اور بھی ثبوت چاہئے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یارسول اللہ ﷺ یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ''یہ حسین علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے''۔ آپ ﷺ کے پاس کس طرح آ گیا؟ فرمایا (**لم ازل التتبعه منذ الیوم**) ''آج صبح سویرے سے جب سے جنگ شروع ہوئی ان کے دوستوں کا خون ہی اکٹھا کرتا رہا ہوں'' ان کے لئے بوتل کون سی ہے؟ کہا بوتل حسین علیہ السلام والی ہے، ان کے دوستوں کا خون اسی بوتل میں جمع کیا ہے جہاں حسین علیہ السلام کا خون جمع کیا ہے۔

ایک راہگیر غریب مسافر، اہل بیت کا کچھ نہ لگتا تھا، اس کے خون کو حسین علیہ السلام کے خون کے ساتھ اکٹھا ہونے کا موقع کس طرح ملا؟

کیونکہ وہ حسین علیہ السلام کے مشن میں شریک ہوا تھا، حسین علیہ السلام کے خطرے میں شریک ہوا تھا۔

معلوم ہوا جو دوست کے خطرے میں شریک ہو دوست کے انجام میں بھی شریک رہتا ہے۔

جو مخالف لڑنے والے ہیں ان سے پوچھا گیا تم جانتے ہو کہ نہیں، حسین علیہ السلام حق پر ہے؟

جی جانتے ہیں حسین علیہ السلام حق پر ہیں۔

جانتے ہو کہ حسین علیہ السلام دوش رسول ﷺ کا شہسوار ہے؟

جی جانتے ہیں کہ حسین علیہ السلام دوش رسول اللہ ﷺ کا شہسوار ہے۔

پھر لڑتے کیوں ہو؟ کہنے لگے ''سیاسی مجبوریاں ہیں، کچھ مفادات ہیں''۔

آج کل جو بیماریاں ہیں، یہ بیماریاں امام حسین علیہ السلام کے وقت میں بھی تھیں۔
کہنے لگے ''دل ہمارا حسین علیہ السلام کے ساتھ ہے اور تلواریں یزید کے ساتھ ہیں۔''
قیامت میں جس طرف اپنی پاور کا استعمال کیا ہے اسی طرف اٹھیں گے۔
آج مجھے بھی اور آپ کو بھی اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ میری اور آپ کی تلوار مدینے والے کے مشن میں استعمال ہو رہی ہے کہ نہیں؟ میری اور آپ کی قوت محبوب کبریا ﷺ کے مشن میں، امام حسین علیہ السلام کے مشن میں خرچ ہو رہی ہے کہ نہیں؟۔
یاد رکھیں! ہم ہر ہر ادا میں سرکار ﷺ کے مشن کو تقویت پہنچا سکتے ہیں اور آپ اگر مدینے والے کا حلیہ ہی بنا لیں تو دیکھیں مدینے والے کے مشن کو تقویت ملتی ہے کہ نہیں۔
کلمہ مدینے والے کا پڑھو اور حلیہ کافروں کا سا بنایا ہوا ہو، یہودیوں، عیسائیوں، بے دینوں کا سا بنایا ہوا ہو تو پھر weight بے ایمانوں کا بنا رہے ہو۔ صرف کلمہ پڑھ کے کہتے ہو مدینے والے کے غلام ہیں؟ چاہئے تو یہ کہ زندگی کے ہر شعبے میں مدینے والے کے انداز اختیار کرو۔
میدانِ کربلا میں بھی یہی مسئلہ سامنے تھا کہ weight (وزن) بنا رہے تھے یزید کا اور منہ سے کہہ رہے تھے کہ ہم امام حسین علیہ السلام کو اچھا سمجھتے ہیں
اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کہ بغیر پڑھنے لکھنے کے ازراہ انصاف بتاؤ کہ قیامت کے میدان میں ان کی یہ نیت کام آئے گی؟ کہ نیت سے تو امام حسین علیہ السلام کو اچھا سمجھتے تھے۔
اللہ اور اس کا رسول ﷺ کہے کہ تمہاری تلواریں بے ایمانوں کے ساتھ تھیں، اس لئے تمہارا حشر بے ایمانوں کے ساتھ ہوگا۔
اب سرکار دو عالم ﷺ کو صرف تسکین ملتی ہے کہ خون حسین علیہ السلام لے آیا ہوں ورنہ ان کے خون لینے نہ لینے سے کیا اثر پڑتا ہے؟
دراصل یہ بتانا مراد ہے کہ کیوں کہتے ہو معمولی بات ہے! اگر اس حادثے سے گنبد خضرا لرز گیا ہے، میں اپنی قبر سے اٹھ کے میدان کربلا میں گیا ہوں، خون کا ایک ایک قطرہ اکٹھا کر تا رہا ہوں۔ کیوں کہتے ہو یہ بات معمولی ہے؟
حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھنے پر سرکار ﷺ نے فرمایا یہ حسین علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جو صبح سے اکٹھا کرتا چلا آیا ہوں۔ تو اس وقت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہا کہتے ہیں فوجدوہ ، قد قتل فی ذلک الیوم فاستشھد الحسنین۔
اس وقت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہا نے calculate (شمار) کیا کہ آج دن کونسا ہے؟
محرم کی دسویں ہے۔
وقت کون سا ہے؟
ادھر خواب میں جو دیکھنے کا منظر ہے وہی اس وقت میدان کربلا میں حاضری کا وقت ہے۔
اب بتاؤ کہ آپ کا ٹیلی ویژن ایک کو راولپنڈی دکھاتا ہے، اسی کو کراچی، اسی کو لندن دکھاتا ہے۔ ایمان لاتے ہو کہ یہ ایک آدمی ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہے۔
مدینے والا ادھر کربلا میں بھی موجود ہے، ادھر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے بھی موجود ہیں، ادھر گنبد خضراء میں بھی موجود ہیں، تو نبی پاک ﷺ کا ٹیلی ویژن زیادہ زور والا ہوا۔ بجلی چلی جائے تو یہ ٹیلی ویژن کام نہیں کرتا۔ کائنات کی بجلیاں اڑ جائیں تو مدینے والے کا ٹیلی ویژن کام کرتا ہے۔
اس کے ساتھ کی دوسری حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جن کو حضرت سرور عالم ﷺ نے وہ مٹی عنایت فرمائی تھی جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی اطلاع دی۔ اب احادیث موجود ہیں، کیوں کہتے ہو واعظین نے گھڑلی ہیں؟
امام حاکم (المتوفی ۴۰۵ھ) جن کی کتاب مستدرک ہے اور نیشاپور کے رہنے والے ہیں۔ ایران کے بارڈر پر کھڑے ہو کے ۱۲۰۰ میل کی دوری پر شمال کی طرف دیکھیں، ایک ستارے جتنی چھوٹی سی جھیل نظر آتی ہے جس کا نام بحیرہ خوارزم ہے اس کے مشرق میں نیشا پور ہے۔
''مستدرک'' کے اندر لکھا ہوا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:
ان ام سلمة رأت النبی باکیا وبراسه ولحیة التراب فسألتهٗ فقال قتل الحسین آنفًا. (الصواعق المحرقۃ ص:۱۹۳)
نبی پاک ﷺ کو میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ نبی پاک ﷺ کے سر اقدس پر بھی اور ریش مبارک پر بھی مٹی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بتائیں آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ''ابھی امام حسین علیہ السلام کی شہادت گاہ سے آیا ہوں، چونکہ اس جگہ گیا ہوں

جہاں گرد اڑ رہی تھی تو حسین علیہ السلام کی شہادت گاہ کی مٹی ہے۔''

جس واقعہ سے نبی پاک ﷺ کا گنبد خضرا لرز اٹھا اسے یہ کہنا کہ یہ معمولی بات ہے؟

حضرت امام ابونعیم نے حدیث روایت کی ہے کہ حبیب بن ابی ثابت کربلا شریف میں موقع پر گئے۔ کہتے ہیں ہم نے جنوں کا نوحہ سنا جن مرثیے پڑھ رہے تھے۔ جس واقعے سے آتشی مخلوق بھی تڑپ اٹھی، اس کو کہتے ہو معمولی واقعہ ہے، لوگوں کی من گھڑت بات ہے!

جنوں کا یہ نوحہ امام جلال الدین سیوطی کی خصائص کبریٰ ص:۴۵۴ جلد دوئم میں لکھا ہوا موجود ہے:

مسح النبی جبینہٗ

فلہ بریق فی الخدود

ابواہ فی علیا قریش

وجدہ خیر الجدود

جنات کہتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ نے حسین کی پیشانی پر دستِ اقدس پھیرا ہے۔ ان کے رخساروں میں نور کی چمک ہے۔ ان کے ماں باپ قریش میں بلند رتبہ ہیں اور ان کے جد ساری مخلوق کے اجداد سے بہتر ہیں۔''

امام حسین علیہ السلام جب شہید ہوگئے، ان کے چہرے پر گرد وغبار پڑا ہوا ہے، مدینے والے اپنی چادر سے، مزمل کے کمبل سے حسین علیہ السلام کا چہرہ صاف کرتے ہیں۔ محبوب کبریا ﷺ نے اس کے چہرے کو اس کی پیشانی کو پونچھا ہے اسی لئے اس میں سورج والی تجلیاں نظر آ رہی ہیں۔

امام ابونعیم نے ابن روحیہ کے طریق سے ایک حدیث روایت کی ہے: وہ کہتے ہیں جس وقت قتل حسین علیہ السلام کا کام انجام دے کے راستے میں جا رہے ہیں، ایک گرجا کے پاس جا کر کے ٹھہرے تو اچانک ایک پتھر پر لکھا ہوا دیکھا ہے:

اترجوا امۃ قتلت حسینا

شفاعۃ جدہ یوم الحساب

وہ لوگ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں وہ بھی یہ امید کر سکتے ہیں کہ گرمیِ قیامت میں انہیں بھی شفاعتِ مصطفےٰ ملے گی۔

سوائے پروردگار کی پھٹکار کے انہیں کچھ ملنے والا نہیں۔ جس گرجا سے یہ پتھر برآمد ہوا یہ نبی پاک ﷺ کی بعثت سے ساڑھے تین سو برس پہلے تعمیر ہوا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ اس واقعہ کی المناکی کی داستانیں عالم اسلام میں ہی نہیں بلکہ پہلے سے دنیائے کفر کے سرغنوں کے پاس بھی چھوڑی ہوئی تھیں، تا کہ وقت آنے پر لوگوں کو پتا چلے کہ یہ آج کا واقعہ نہیں۔ اس کی المناکی سے ماضی بھی متاثر ہوا ہے، حال بھی متاثر ہوا ہے اور مستقبل بھی متاثر ہوتا رہے گا۔

نصرہ الازدیہ موقع کی ایک گواہ ہے۔

جو لوگ پوچھتے ہیں واقعات کربلا کا راوی کون ہے؟

ان سے پوچھو نبی پاک ﷺ کے گدھے مبارک کا راوی کون ہے؟

نبی پاک ﷺ کے وہ یاران باوفا ہیں جو سرکار ﷺ کا عشق رکھتے ہیں۔

گدھے کا تعلق کیا ہے؟ تعلق یہ ہے کہ سرکار ﷺ اس پہ سوار ہوئے ہیں اور سرکار ﷺ کی سواری کا ریکارڈ محفوظ ہے۔

حسین علیہ السلام تو دوش رسول اللہ ﷺ کا شہسوار ہے اس کے ریکارڈ کے بارے میں کیوں بحث ہے؟۔

امام بیہقی، ابونعیم نے لکھا ہے کہ نصرہ کہتی ہیں:

لما قتل الحسین بن علی امطرت السماء دما فاصبحنا وجبابنا وجرارنا مملوۃ دمًا (الصواعق المحرقہ۔ ص:۱۹۴)

آسمان سے خون برسا۔

کچھ لوگ کہتے ہیں فلاں مولوی صاحب نے تقریر کی کہ آسمان سے خون برسا، یہ قصہ جوڑا ہے۔

امام عالی مقام کی شہادت کا واقعہ کسی کے قصہ جوڑنے کا محتاج ہے ہی نہیں، اگر سارے ہی یہ ذکر کرنا چھوڑ دیں تو پھر بھی امام عالی مقام کا ذکر ہوتا رہے گا۔ اس واقعہ کا ذکر تو کافروں نے بھی کیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک دشمن اسلام نے کہا:

Nobody compared with imam Husain in punctuality, Iregularity,stability.

کافر کہتا ہے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کسی کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا، کسی کو نہیں تولا جا سکتا، وقت کی پابندی میں، یعنی جو آپ نے پروگرام بنایا ہوا تھا ہزاروں تلخیوں نے راستہ روکا لیکن واہ حسین علیہ السلام وقت پر تم نے پہنچ کے دکھلایا۔

دشمنوں کی صفیں لگ رہی ہیں۔72۔ساتھی رہ گئے ہیں، باقی میدان چھوڑ گئے ہیں اور 25۔ ہزار کا مقابلہ ہے۔ کہا تم میدان چھوڑ سکتے ہو تمہارے باپ دادے چھوڑتے چلے آئے، مگر میں علی کا بیٹا ہوں، بتاؤ علی نے کبھی میدان چھوڑا ہو؟

اہلِ نظر کی آنکھ کا تارا علی علی

اہلِ وفا کے دل کا سہارا علی علی

اس غیر مسلم نے کہا کہ وقت کی پابندی میں بھی امام حسین علیہ السلام کے جوڑ کا کوئی نہیں۔regularity اپنے کام کی باقاعدگی میں۔

وقت نماز آگیا، سر کٹا جا رہا ہے لیکن آخری سجدہ کر گئے۔ جو آدمی اتنی تلخیوں سے گزر رہا ہو وہ regular نہیں رہتا۔

آج صرف سر میں سردرد ہونے لگے، ہم کہتے ہیں آج نماز نہیں پڑھ سکا، سر کو درد تھا۔

واہ حسین علیہ السلام سراڑ رہا ہے، تو وقت کا بڑا پابند ہے۔ جس کو فرض شناس کہتے ہو۔ نصرہ کہتی ہیں: صبح جس وقت ہم جاگے، جس گھڑے سے ہم پانی ڈالنا چاہتے ہیں اس میں خون۔ جس برتن کو جا کے چیک کرتے ہیں اس سے خون، جس چیز کو ہم الٹتے ہیں، تنبوؤں میں خون، تنبوؤں کے اوپر خون، تنبوؤں کے نیچے خون۔ اس میں ہے کوئی مبالغہ؟ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھنے والے ہیں۔

اس موقع پر سورج کو بھی گرہن لگا۔

اعتراض ہوتا ہے کہ سورج اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔ کسی کے مرنے جینے پر اس کو گرہن نہیں لگتا۔ بخاری میں حدیث ہے کہ سورج اور چاند، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کسی کے مرنے جینے پر غم زدہ ہو کر کے ان کو گرہن نہیں لگتا اور نہ ہی موسمی تبدیلی ہوتی ہے۔ یہ بخاری میں ہے اور سچ ہے۔

لیکن بخاری جلد دوئم ص: ۹۱۵ میں مغیرہ ابن شعبہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ''جس دن میرے بیٹے ابراہیم علیہ السلام نے وفات پائی اس دن سورج کو گرہن لگا۔''

معنی یہ نکلیں گے کہ ہر کس و ناکس کی بات پر اتنی بڑی تبدیلی نہیں آتی، ہاں جب مجھے کوئی چوٹ لگے تو سورج کو گرہن لگتا ہے۔

جس وقت اولاد رسول اللہ ﷺ کے متعلق کوئی بات ہو تو آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ من گھڑت بات ہے۔ واقعات کربلا کے متعلق کہ یہ من گھڑت بات ہے، کم از کم یہ بات کہتے ہوئے نبی پاک ﷺ کو چوٹ لگتی ہے۔ کتنی بد دیانتی کی بات ہے۔

بخاری میں موجود ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے گرہن لگا ابراہیم علیہ السلام کون ہیں؟ نبی پاک ﷺ کے بیٹے جن کو امام حسین علیہ السلام پر قربان کیا۔ جن کو قربان کیا ان کی وفات پر تو سورج گرہن لگا اور جس کے لئے قربان کیا اس کی وفات پر گرہن لگے تو کیوں تعجب کی بات ہے؟

(۳)

حیات بعد از موت

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ملفوظات شریف کے اندر لکھتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے بارے میں Meeting منعقد ہوتی ہے، اگر حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا اس کی approval (اجازت) نہ دیں تو ولایت نہیں ملتی۔

تو معلوم ہوا کہ اہل بیت کا احترام نہ کر سکنے والا ولی نہیں بن سکے گا۔ آپ کو معلوم ہو یہ میری اولاد کو گھٹیا سمجھتا ہے آپ ولی بنانے پر ہوں تو آپ پسند کریں گے کہ میری اولاد کو گھٹیا سمجھنے والا بھی ولی ہو اور اولاد بھی ایسی جس کا سر نیزے پر چڑھا ہوا ہے اور قرآن پڑھ رہا ہے، ایسی اولاد کے متعلق اگر کوئی حقیر رائے رکھتا ہے تو کیا پھر وہ ماں پسند کرے گی کہ اس کو ولی بناؤ؟

اس لئے زندگی میں ولیوں میں کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو اہل بیت سے پوری پوری محبت نہ کرتا ہو۔ میاں صاحب عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آل اولاد تیری دا منگتا میں کنگال زبانی

پاؤ خیر محمد تائیں صدقہ شاہ جیلانی

حضرت میاں عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ دنیائے روح میں بڑی قد آور شخصیت کا نام ہے۔ ان کو شاعر سمجھ کے پڑھنا درست بات نہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

وہ ایک عارف ہیں، شاعر اور عارف میں اہل علم نے ایک فرق لکھا ہے۔
شاعر اپنے شعور کا ترجمہ کرتا ہے۔ شاعر نے جو بات سوچی ہے، ہوسکتا ہے وہ غلط ہو، ہوسکتا ہے درست ہو، لیکن عارف اپنے مشاہدے کا ترجمہ کرتا ہے۔ جس نے کچھ دیکھ لیا ہو تو دیکھا ہوا کیسے غلط ہو۔ اسی لئے عارف کے کلام میں جو واقعیت ہوتی ہے وہ شاعر کے کلام میں نہیں ہوتی۔ میاں عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو شاعر کا کلام نہیں سمجھنا بلکہ ایک عارف کا کلام سمجھنا ہے۔
امام حسین علیہ السلام نے شہید ہو کر باتیں کی ہیں۔ اس کو عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی۔
لیکن یہ بات ثابت ہے کہ مرنے کے بعد باتیں ہوتی ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۱۱ھ نے (**شرح الصدور فی احوال موتٰی والقبور**) میں بڑے خوبصورت پیرائے میں ایک بات ذکر کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ "مرنے کے بعد کافر بھی زندہ رہتا ہے مومن بھی زندہ رہتا ہے" کافر کے زندہ رہنے کے کیا معنی؟ فرماتے ہیں اگر کافر ختم ہو جاتا ہے تو عذاب کس کو ہوتا ہے۔
معلوم ہوا مومن ثواب کے لئے زندہ رہتا ہے اور کافر عذاب کے لئے زندہ رہتا ہے۔
مگر دونوں کی "حیات بعد الموت" میں فرق کیا ہے؟ کہنے کو تو دنیا کی زندگی میں رام رام کرنے والا بھی کہتا ہے میں حق پر ہوں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتا ہے وہ بھی کہتا ہے میں حق پر ہوں۔ جو حضرت عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتا ہے وہ بھی کہتا ہے میں حق پر ہوں۔ جو بت کی پوجا کرتا ہے وہ بھی کہتا ہے میں حق پر ہوں۔
مومن کہتا ہے "مرنے دے، مرنے کے بعد اگر تو جیتا رہا تو، تو حق پر ہے، لیکن اگر مرنے کے بعد میں جیتا رہا تو میں حق پر ہوں"۔

نام فقیر انہاں دا باہو
قبر جنہاں دی جیوے ہو

مرنے کے بعد جینا کس معنی میں؟
آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ آج تک کسی بڑے سے بڑے ہندو کی قبر پر کوئی مسلمان گیا ہو؟ نہیں گیا۔ لیکن حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ہندو ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہے۔

اے سخی ابن سخی تو خواجہ اجمیر ہے
پھر تیرے دربار میں میرے لئے کیوں دیر ہے

Constitutional History (آئینی تاریخ) میں لارڈ کرزن (وائسرائے ہندوستان) کے متعلق لکھا ہوا ہے۔ اس نے کہا:
I made my tour all over India but I came to conclusion that the person who is lying in this shrine is the real king of this country.
کہتا ہے سارے ملک کا دورہ کیا ہے مگر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس ملک کا اصل شہنشاہ اور فرماں روا اس قبر میں لیٹا ہوا ہے، یعنی ایک طرف ہندو کہہ رہا ہے اور ایک طرف اس ملک کا وائسرائے ہے۔ اگر کوئی بڑا نظام حکومت کسی چھوٹے نظام حکومت کو اپنے اندر absorb (شامل) کر لے اور اس کی تمام حفاظتی ذمہ داریوں کا نام لے کے، اس کو لوٹ کے کھا جائے تو Protection (حفاظت) کے نام سے، تو وہ اس کا Protectorate کہلاتا ہے۔
لارڈ کرزن ایک ظالم ترین انسان تھا جس کی تاریخ زندگی سیاہیوں سے بھری ہوئی ہے۔ وہ آدمی حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر کھڑا ہو کر کے، زبان حال سے اس ہندو کے ساتھ مل کے کہتا ہے۔

اے سخی ابن سخی تو خواجہ اجمیر ہے
پھر تیرے دربار میں میرے لئے کیوں دیر ہے

تو دراصل مرنے کے بعد زندہ رہنے کے یہ معنی ہیں۔ جس معنی میں کافر زندہ ہے وہ زندگی زندگی نہیں کہلا سکتی۔ جس معنی میں مومن زندہ ہے اس معنی میں زندگی، زندگی ہے۔
اور اس کے اندر ایک بڑا شاندار مضمون ہے کہ اگر قیامت کا دن Judgment (فیصلے) کا دن ہے تو جس طرح عدالتوں میں مقدمات چلائے جاتے ہیں اسی طرح مارنے کے بغیر بھی تو قیامت قائم کی جاسکتی ہے۔ اگر کیس ہی Decide (حل) کرنے ہیں تو مارنے کے بغیر قیامت قائم کی جاسکتی ہے۔ آدمی کو ایک نتیجہ پر پہنچا کر کہا اب اس کا نامہ اعمال نکالو۔ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو قیامت آرہی ہے۔ مارنے

کے بغیر بھی قیامت کی date declare ہو سکتی ہے۔

مارنے کی پھر کیا فلاسفی ہے؟

مارنا بھی ایک مددگار شے ہے، اگر آدمی کو یہ نہ معلوم ہو سکے کہ حق پر کون ہے، تو وہ جو دو آپس میں حق و باطل پر لڑ رہے تھے۔ ہندو کہتا ہے میں حق پر ہوں، مسلمان کہتا ہے میں حق پر ہوں۔

کہا مرنے دے قبر بتائے گی۔

نام فقیر انہاں دا باہو
قبر جنہاں دی جیوے ہو

پھر اس بارے میں نبی پاک ﷺ کا ایک Representative (نمائندہ) جس نے اصل زندگی نبی پاک ﷺ کی گود سے پائی تھی۔ اس نے کہا کہ قبر میں چپ رہ کر اس فرض کو ادا کرنے کی قیمت اور ہے۔ آؤ! کیوں نہ میں نیزے پر چڑھ کر اس کا اعلان کروں۔ منبر پر اعلان نہیں کرتا نیزے پر چڑھ کے اس کا اعلان کرتا ہوں۔

تم کہتے ہو جو مر جائے وہ مٹ جاتا ہے۔

اگر امام حسین علیہ السلام کی طرح جئے تو سر نیزے پر چڑھا ہوا ہو تو:

عشق کہے میں ہیرے تیرے وچ بازاراں تولاں گا
پر عاشق آکھے پورا تولیں گھٹ تولیں تاں بولاں گا

یہ ہے عاشق کی گرمیِ عشق و محبت!

حضرت نبی کریم ﷺ کی جو آج تک تعلیمات ملتی ہیں اور جنہوں نے یہ بتلایا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے کس زندگی کی تعلیم دی ہے۔ وہ نبی پاک ﷺ کی تعلیم کا جو خاکہ ہے وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زندگی سے ملتا ہے۔

اگر آپ یہ سمجھنا چاہیں کہ وہ زندگی کیا ہوتی ہے اور اس زندگی کو کس طرح سمجھنا چاہئے؟

اور وہ امام حسین علیہ السلام سے کس طرح ملتی ہے؟

جس وقت انسانیت اس نتیجہ پر پہنچی کہ اب میں کچھ نہیں کر سکتی۔ اس وقت عاشق لوگوں نے کہا کہ وہ عشق والی چنگاری مہیا کر۔ اگر بلال حبشیؓ جیسا آدمی مکے شریف کا تختہ الٹنے میں کردار ادا نہ کرے تو قانون کوئی قانون نہ ہوا۔ اس انقلاب میں حضرت بلال حبشیؓ کا بڑا حصہ ہے۔ حصہ کیا ہے؟ لوگوں نے آگ کے انگارے بنا کے، گرم مٹی پر، پتھر گرم ہوا ہے وہ ان کی چھاتی پر رکھ کے ان کو کہتے ہیں اب محبوب کبریا ﷺ کے عشق سے باز آئے گا کہ نہیں آئے گا۔

عشق کہے میں ہیرے تیرے وچ بازاراں تولاں گا
پر عاشق آکھے پورا تولیں گھٹ تولیں تاں بولاں گا

ان عاشقوں کی یہ شوخی رفتار چلتے چلتے قیامت کے میدان میں پہنچ گئی۔

امام بیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) اپنی کتاب (سنن کبریٰ) میں فرماتے ہیں جس وقت محبانِ حق اللہ کے حضور میں پیش کئے جائیں گے تو اللہ کہے گا ان کو جنت میں لے جاؤ۔ عرض کریں گے مولا کریم! تیرے نظام معدلت پر قربان، تیرے قانون انصاف پر قربان، جو تیرا Court of justice (نظام عدالت) ہے اس کے فیصلے مسلمات میں سے ہیں، لیکن ہمیں عشق و محبت کی Training کرائی گئی ہے۔ ہم عشق و محبت کے گوریلے ہیں۔ گرمیِ قیامت میں کہیں گے:

عشق کہے میں ہیرے تیرے وچ بازاراں تولاں گا
پر عاشق آکھے پورا تولیں گھٹ تولیں تاں بولاں گا

رب کہے گا تمہیں جنت میں جانا چاہئے۔ تمہارے جیسے آدمیوں کے لئے میں نے جنت تیار کی ہوئی ہے۔

وہ کہیں گے مولا کریم! ہم نے اپنے ذہنوں کو جنت کے لئے تیار نہیں کیا۔ آج ہمیں دوزخ میں ڈال، ہماری طلب تیرا دیدار ہے۔ اپنے دیدار سے ہمیں محروم نہ کر۔ اگر تیرا دیدار دوزخ کے شعلوں میں کھڑا ہو کر میسر آتا ہے۔ پھر ہمیں پتا چلے کہ ہم جل رہے ہیں۔ تف ہے ہماری محبت کو۔ اب جنت میں بھیجنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا:

جنت و دوزخ کو یارو کیا کروں
التجا ہے میں تجھے دیکھا کروں

اب معلوم ہوا کہ عاشق کی qualification (اہلیت) کیا ہے؟

عاشق جتنے آزار سہہ سکے، جتنے دکھ سکھ سہہ سکے، اس کی Promotion (ترقی) ہو جاتی ہے۔

پھر امام حسین کی Promotion کا اندازہ کیجئے!

صرف شہید ہو جاتے اس کی قیمت اور تھی۔

شہید ہو کے آپ کی لاش مبارک کو بے وارث چھوڑ دیا جاتا اس کی قیمت اور تھی۔

آپ کی لاش کو بے وارث چھوڑ نے کے بجائے آپ کے خاندان کے لوگوں کو وہاں سے اٹھا کے قیدی بنا لیا جاتا اس کی قیمت اور تھی۔

آپ کی لاش مبارک پر صرف گھوڑے دوڑائے جاتے اس کی قیمت اور تھی۔

خاندان کو بھی تباہ و برباد کر دیا گیا، خیمے بھی جلا دیئے گئے اور جوان بچے بھی شہید کر دیئے گئے، معصوم بچے بھی شہید کر دیئے گئے اور خیموں کو آگ لگا دی گئی۔ خواتین کو بھی قیدی بنا دیا گیا۔ اس کے بعد جب سر نیزے پر چڑھا، تو پھر بولا:

عشق کہے میں ہیرے تیرے وچ بازاراں تولاں گا
پر عاشق آکھے پورا تولیں گھٹ تولیں تاں بولاں گا

جن کی زبان میں اتنی قوت تھی کہ بات کریں تو کچھ کا کچھ ہو جائے۔ انہوں نے اس موقع پر کوئی ایسا جملہ نہ بولا جو دعائے ضرر کے معنی دیتا ہو۔ (اہل حق کہتے ہیں جو اہل اللہ کی زبان پر کسی کی ضرر کے لئے دعا آئے اسے بد دعا کہنا مناسب نہیں ہوتا، اسے دعائے ضرر کہنا چاہئے)

حضور نبی کریم ﷺ کا کردار حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے ہے۔ جس وقت حضور ﷺ کو پتھر مارے گئے زخمی ہوئے۔ اس وقت صحابی حضرت زید بن حارث ؓ عرض کرتے ہیں: یارسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے، خدا ان کو تباہ و برباد کر دے۔ فرمایا:

اللهم اهد قومی فانهم لا یعلمون

''مولا کریم! یہ مجھے پہچانتے نہیں ہیں ان کو چشم بصیرت عطا فرما''

اگر ان کو پتا ہو کہ میں کون ہوں تو پھر یہ میرے ساتھ اتنی زیادتی کیوں کریں؟ اگر پہچان جائیں تو میرے قدموں سے ان کے سر نہ اٹھیں۔

امام حسین علیہ السلام نے یہ سارے دکھ اٹھائے لیکن یہ سارے دکھ اٹھانے کے باوجود ان تکلیفوں کے بدلے میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ نہیں کہا مولا کریم ان کو تباہ فرما۔ فرمایا میرے نانا کی سنت ہے دکھ سہنے پر اف نہ کرنا۔ میدان کربلا میں روانگی سے پہلے آپ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ کی طرف مڑ کر دیکھتے ہیں۔

درد دل اٹھ اٹھ کے کس کا راستہ تکتا ہے تو
پوچھنے والا مریض بے کسی کا کون ہے؟

اس وقت مدینہ یاد آیا

کیسا وہ حسین منظر ہوا ہوگا جناب سیدہ زینب علیہا السلام کہتی ہیں، حسین! مدینے شریف کی طرف کیوں دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا کچھ کہنے کی باتیں ہیں لیکن تجھ سے نہیں کہہ سکتا۔ انہوں نے کہا پھر میرے جیسا راز دان کہاں پاؤ گے؟ جو آخر بات کرنی ہے مجھ سے کر ڈالو۔

امام حسین علیہ السلام کہنے لگے: جب میں مدینہ طیبہ سے چلا تھا اس وقت میں اپنی اماں جان اور اپنے نانا جان کے مزارات پر حاضر ہوا تھا اور مجھے وہ منظر یاد آیا جب میں سرکار ﷺ کی گود میں تھا سرکار ﷺ مجھے پیار فرما رہے تھے اور حسن علیہ السلام کے متعلق فرما رہے تھے: ان ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین المسلمین (بخاری جلد اول، ص: ۳۷۳) ''بے شک یہ میرا بیٹا سید ہے، یقیناً اللہ تعالی اس کو اس قابل بنائے گا کہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا''

جہاں لعل خدا اور اس کے رسول کی طرف منسوب ہو، ترجی (امید) کے لئے نہیں ہوتا تمکن (ثبوت) کے لئے ہوتا ہے

حسن علیہ السلام کے لئے تو اتنا مناسب فیصلہ کہ وہ دو کے درمیان صلح کرائے گا، سرخرو ہو جائے گا اور حسین علیہ السلام کے لئے سر نیزے پر چڑھنے کی بات آ گئی، تو پھر حسین علیہ السلام کو ڈٹ جانے کے بارے میں بھی اور پھر ڈٹنے کے بعد بھی اگر اس مشن میں کوئی فرق لائے کہ جس مشن کو لے کے مدینہ سے چلوں، تو پھر بھی میں بولوں چپ نہ رہوں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

اے میرے نانا جان! آپ کے فیصلوں پر قربان۔ امام حسن علیہ السلام تو دو جماعتوں کے درمیان فیصلہ کرا کے فارغ ہو گئے اور میں اپنے سر کا فیصلہ کرا کے بھی فارغ نہیں ہوں گا، مجھے وہ منظر یاد آیا۔

اے بہن! مجھے مدینے کی فضا یاد آئی ہے۔ مجھے اپنی ماں کا وہ دوپٹہ یاد آیا ہے۔ اپنی اماں کا وہ پیار یاد آیا ہے اور جب مدینے سے میں چلا تھا تو مجھے افسوس رہ گیا کہ میں جی بھر کے اپنی اماں کی قبر سے لپٹ کر رو نہیں سکا۔ میں نے چلتے وقت اپنی اماں کی بارگاہ میں یہ درخوست کی تھی، اے اماں تیرا پردیسی حسین علیہ السلام اب مدینے سے ہمیشہ کے لئے جا رہا ہے۔ اب مدینہ طیبہ میں میری واپسی کٹے ہوئے سر کی صورت میں ممکن ہوگی۔ اب جیتا جاگتا حسین علیہ السلام پھر دوبارہ ملنے نہیں آئے گا۔ اماں ایک مرتبہ اٹھ کے گلے لگ، مجھے پیار سے روانہ کر۔

تو اماں کا مزار زبان حال سے کہتا ہے: اے امام حسین! اگر تم واپس نہیں آؤ گے تو قیامت تک سرراہ میں تیرا انتظار کروں گی۔

نبی پاک ﷺ کی بارگاہ سے بقیع شریف کے پاس سے جو راستہ گزرتا ہے یہ پرانے بدوؤں کے زمانے کا راستہ ہے، مدینہ شریف سے مکے شریف کو یہی راستہ جاتا ہے۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا مزار اس کے راستے کے کنارے پر تھا

میں نے امام حسن علیہ السلام کے مزار سے لپٹ کر کہا تھا او بھیا! کوئی ایسا میدان بتلاؤ تم میدان میں گئے ہو اور حسین علیہ السلام تیرے ساتھ نہ گیا ہو۔ آج تو بھی نہیں ہے، میرا بہادر باپ بھی نہیں ہے، کائنات میں جس کی تلوار کی کاٹ کی داستانیں ہیں، جس کی قوت وشجاعت کی داستانیں ہیں۔ آج ابا جان بھی نہیں ہیں اور آپ بھی نہیں ہیں۔ آج ایک مرتبہ بڑا ہونے کی حیثیت سے میری پشت پر تھپکی تو دے دو، یہ کہہ کر مجھے اللہ کے حوالے کر دو، کہ حسین علیہ السلام تمہاری بے کسی پر رب رحم کرے۔ مجھے اتنا تو کہہ دو، یہ میرے خاندان کی خواتین، میرے خاندان کے معصوم بچے، میرے ساتھ جا رہے ہیں۔ یہ باتیں کہہ کے میں مدینے شریف سے رخصت ہوا تھا اور وہ باتیں بھی مجھے یاد آتی ہیں کہ میں نے کہا تھا آج ستائیسویں رجب ہے، میں مدینے شریف سے جا رہا ہوں۔

کبھی ستائیسویں رجب کو شہنشاہِ خوباں جناب محمد مصطفیٰ ﷺ مکے کی فضاؤں کو چیرتے ہوئے لامکاں کی طرف سدھارے تھے، وہ 27 رجب کو اس مشن پر نکلے تھے اور میں آج ستائیسویں رجب کو سر نیزے پر چڑھانے کو نکلا ہوں، لیکن سرکار ﷺ کے آنے میں بھی برکت ہوئی، جانے میں بھی برکت ہوئی، راستے میں بھی کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ جاتے وقت اور لے جاتے وقت جبرئیل کی ڈیوٹی تھی، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل کی ڈیوٹی تھی، 70 ہزار ملائکہ بطور گارڈ کے تھے۔ آج حسن علیہ السلام مجھ کو یہ بتلا میری حفاظت کے لئے کون جائے گا؟ تمہیں پتا ہے کہ جنگ نہروان، جنگ صفین، جنگ جمل میں، میں تمہارے ساتھ تھا اور تلواریں مارنے میں کوئی کسر چھوڑی؟ او حسن علیہ السلام مہربانی کرو، بھائیوں کی جوڑیاں میدانوں میں کام آیا کرتی ہیں۔

میاں صاحب عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بھائیاں باجھ محمدا کنڈ خالی
کلے بچے دی مائی کے مان کرسی

بھائی، میدان کی گرمی میں کام آنے والی چیز ہے۔

حضرت سیدہ زینب علیہا السلام سے ان لمحات کا ذکر کرتے ہیں کہ مدینے شریف سے چلتے وقت اپنی والدہ کی قبر سے میری کیا بات ہوئی تھی اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ کیا بات ہوئی تھی۔ اس وقت حضرت سیدہ زینب علیہا السلام کہتی ہیں: علی علیہ السلام کا بیٹا ہو کے اتنی دل کو نرمانے والی بات نہ کرو۔ اس وقت جلال میں آ گئے فرمایا" اے زینب! یہ باتیں پیار والوں کے ساتھ پیار کے انداز میں کی جا رہی ہیں، جہاں تک میری ہستی کا سوال ہے اب میدان کی طرف چلنے لگا ہوں، فرمایا:

انا ابن علی الحبر من آل ہاشمی
کفانی بھذا مفخراً حین افخر

یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا رزمیہ ہے۔

عرب لوگ بہادر اور دلیر قوم تھے۔ لڑنا، مرنا، کٹنا جانتے تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عربوں کے اس دستور کے مطابق فرمایا کہ جب وقت آ پڑے تو پھر دلیری کے ساتھ میدان کی طرف بڑھنا۔

کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ شان اہل بیت میں مبالغہ کرتے ہیں (مبالغہ آخری سرحد کو پار کر کے اگلی بات کہنا) یعنی محبت اہل بیت اور فضائل اہل بیت کی سرحد سے آگے بڑھ کے باتیں کرتے ہیں۔ سرحد پتا چل گئی ہے کہ اس کو پار کرتے ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام احمد بن حنبل کو تو آپ کمزور آدمی نہیں سمجھ سکتے، امام بخاری کی فائنل ایجوکیشن امام احمد بن حنبل سے ہے، تو پھر یہ ایک مرتبہ معتبر ہے تو وہ دو مرتبہ معتبر ہیں۔ امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو میں نے دو پہر کے وقت دیکھا نبی کریم ﷺ کی زلفیں بکھری ہوئی ہیں اور گرد پڑی ہوئی ہے۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے اس کے اندر خون پڑا ہوا ہے، میں نے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ یہ بتلائیں کہ یہ شیشی کیسی ہے۔ سرکار ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''یہ حسین علیہ السلام کا خون ہے۔ اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔''

واہ یار اس خون کی کتنی بڑی قیمت ہے، گرر ہا ہو کر بلا میں اور اٹھانے والا آرہا ہو مدینہ طیبہ سے، فرماتے ہیں: میں اسے اٹھاتا چلا آیا ہوں آج صبح سویرے سے، جب یہ جنگ شروع ہوئی، ان کے خون گرتے رہے میں اٹھاتا رہا۔ ان کے خون گرتے رہے میں اٹھاتا رہا۔

صحت لاکھوں میری بیماری غم پہ نثار
جسم اٹھے بارہا ان کی عیادت کے مزے

اے پیارے اتو بیمار پرسی کے لئے کبھی تشریف لائے، خدا کی قسم ساری زندگی دعائیں کروں کہ مولا کریم مجھے بیمار رکھیو۔

حسین علیہ السلام زبان حال سے کہتے ہیں او پیارے محبوب اگر تو میرا خون اٹھانے کے لئے مدینہ طیبہ سے آئے تو میں پھر خون کو اتنی خوبصورتی سے پیش کروں گا سر نیزے پر چڑھ جائے گا لیکن تیرے مدعا کو پھر دہراؤں گا۔

عشق کہے میں ہیرے تیرے وچ بازاراں تولاں گا
پر عاشق آکھے پورا تولیں گھٹ تولیں تاں بولاں گا

مسند امام احمد بن حنبل نے لکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کے ہاتھ میں وہ بوتل تھی جس میں خون حسین تھا۔ کیا اس میں کوئی مبالغہ ہے؟

نقل کرنے والا امام بخاری کا استاد امام احمد بن حنبل، کتاب مسند امام احمد بن حنبلؒ جلد اول ص: ۲۴۲۔ ص: ۲۸۳ دو جگہ یہ حدیث ہے، بات پکی ہے۔

جس وقت انہوں نے خواب میں دیکھا۔۔۔ خواب کی قیمت سمجھنا چاہیں گے؟

سرکار ﷺ نے فرمایا (من رانی فی المنام فقدر انی)

''جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔''

تو جس طرح بیداری میں سرکار ﷺ کا کہنا ہے اسی طرح خواب میں بھی سرکار ﷺ کا کہنا ہے۔ اب یہ سمجھ لو کہ جو سرکار ﷺ کے ہاتھ میں شیشی تھی وہ سچ مچ شیشی تھی، جو خون تھا وہ سچ مچ خون تھا۔ سرکار ﷺ کے چہرہ اقدس پر جو گرد پڑی ہوئی تھی وہ سچ مچ گرد تھی۔

نبی پاک ﷺ کا جسد اطہر مدینے شریف میں ہے اور امام حسین علیہ السلام کی لاش مبارک کربلا شریف میں ہے اور ۱۲۰۰ میل کی دوری ہے، پہاڑ فلک بوس ہیں، سرکار ﷺ کا وہاں جانا بتاتا ہے کہ محبت کے رشتے ایسے ہیں کہ یہ دوریوں کو دور کر دیتے ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

رب چاڑے توڑ نخبتاں نوں اسی عشق دا دعویٰ کر بیٹھے
کسی بے پرواہ نوں دل دے کے اسی دید دا سودا کر بیٹھے

محبت کا رشتہ اتنا عظیم ہے کہ اتنی دوری پر جا پہنچے۔

یہ مسئلے طے ہوئے کہ:

☆ مرنے کے بعد جینا۔

☆ پھر دور قریب کی خبر ہونا۔

سرکار ﷺ نے کون سی ٹرانسپورٹ استعمال کی ہے؟ تقریباً ۱۲۰۰ میل کی دوری طے ہوتے وقت کوئی ٹرانسپورٹ بھی چاہیے؟

یہ بات صحیفہ دل پر لکھ لو، ایک مرتبہ آہ مارنے کا ڈھنگ سیکھو تو مدینے والا دور نہیں ہے۔

جس وقت میدان احد میں حضرت امیر حمزہ ﷺ کی شہادت ہوئی تھی تو سرکار ﷺ نے ان کا خون نہیں اٹھایا تھا، قریب تھے۔ اسی طرح حضرت مصعب بن عمیر ﷺ کی شہادت اسی موقع پر ہوئی تھی سرکار ﷺ نے خون اٹھایا تھا؟ مصعب بن عمیر ﷺ وہ شخصیت ہیں جو مدینہ شریف کے پہلے ٹیچر ہیں جو سورۃ یوسف لے کے مدینہ طیبہ میں گئے۔ وہ خوش نصیب آدمی ہیں جنہوں نے اہل مدینہ کے اندر سورۃ یوسف کے لباس میں عشق و محبت کے ٹیکے لگائے تھے۔

آج کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں تو خشکی بڑھتی جاتی ہے۔

یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیرا (البقرہ۔۲۶)

کبھی نبی پاک ﷺ کے وہ ٹیچر بھی تھے کہ جس وقت وہ پڑھا کے فارغ ہوں سرکار ﷺ کی آمد ہو تو کہتے تھے۔

بیا جاناں تماشا کن کہ در انبوہِ جانبازاں
بصد سامان رسوائی سر بازار می رقصم

کبھی محبت پر وہ وقت آتا ہے۔ بلھے شاہ نے فرمایا:

تیرے عشق نچایا مینوں کر کے تھیا تھیا

مدینہ پاک والوں نے نبی پاک ﷺ کی آمد پر رقص کیا۔ گلیوں میں رقص کرنا عام کے لئے ممکن ہے، لیکن سر نیزے پر چڑھا ہوا ہو تو عشق محبت کا منظر رقص کی شکل میں نہیں، بلکہ اپنے اعلانِ حق کی شکل میں دکھائے، یہ امام حسین علیہ السلام کا ہی حصہ ہے۔

اگر سرکار ﷺ نے حضرت امیر حمزہ ؓ کا خون نہیں چنا۔ حضرت مصعب بن عمیر ؓ وہ تھا جس کو مجھ سے محبت تھی۔ حضرت امیر حمزہ ؓ وہ تھے جن کو مجھ سے محبت تھی، لیکن حسین علیہ السلام وہ تھا جس کے ساتھ مجھے محبت تھی۔ اب یہ ڈیوٹی امیر حمزہ ؓ کی نہیں لگی کہ مر کے بھی اس مشن کا اعلان کرنا ہے جو مشن لے کے چلے تھے۔ کہا یہ تیری ڈیوٹی نہیں کیونکہ تم نے مجھ سے محبت کی تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ حسین علیہ السلام اب تیری ڈیوٹی مختلف ہے۔ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کافی ہے کیونکہ وہ مجھ سے محبت کرنے والے ہیں، وہ اگر جان دے دیں تو انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

لیکن جس سے میں محبت کروں اس کی پوزیشن بالکل مختلف ہے۔ اے امام حسین علیہ السلام تجھے جان بھی دینا پڑے گی اور جان دینے کے بعد آن کو پھر سلامت رکھنا ہوگا۔

امام حسین علیہ السلام نے پھر اعلان کر دیا کہ:

عشق کہے میں ہیرے تیرے وچ بازاراں تولاں گا
پر عاشق آکھے پورا تولیں گھٹ تولیں تاں بولاں گا

امام احمد بن حنبل نے یہ حدیث روایت کر کے یہ واضح کر دیا کہ دورِ صحابہ رضوان اللہ اجمعین میں بھی یہ بات پتا چل گئی تھی کہ خونِ حسین علیہ السلام کو سرکار ﷺ نے خود جمع کیا۔ ایک شہادت تو یہ ہے۔

دوسری شہادت امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، امام بیہقی متوفی ۴۵۸، امام ابو نعیم متوفی ۴۳۰ھ، امام حاکم متوفی ۴۰۵ھ (صاحب مستدرک) کی یہ روایت ہے۔ حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے کربلا شریف والی مٹی مجھے ہی دی تھی اور فرمایا تھا تو اس کو بوتل میں رکھ لے۔

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ''خصائص کبریٰ'' جلد دوئم۔ امام بیہقی کی (سنن کبریٰ) ان سب کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ یہ شیشی رکھ لے اس کے اندر مٹی ہے، یہ کربلا شریف کی مٹی ہے، جس وقت یہ مٹی خون میں تبدیل ہو جائے اس وقت یہ سمجھنا کہ میرا حسین علیہ السلام شہید کر دیا گیا ہے۔

اب اس پر میں استدلال کرتا ہوں کہ اس سے کتنی باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

1۔ معترض کہتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کو پتا نہیں، لیکن مٹی کہتی ہے مجھے پتا ہے۔ نبی کو تو نبی ہو کر پتہ ہو۔ مٹی سے پوچھتے ہیں کہ اے مٹی تجھے کیسے پتا چلا؟

نبی کریم ﷺ تو بوجہ نبوت و رسالت کے یہ بات جانتے ہیں، کیونکہ نبی غیب کا علم جانتا ہے، مٹی کے بارے میں یہ عقیدہ دیکھتے ہیں۔

ثابت ہوتا ہے کہ تم تو کہتے ہو نبی ﷺ کو غیب کا پتا نہیں ہوتا۔

مٹی کہتی ہے کہ میں مٹی ہو کر نبی ﷺ کے ہاتھ چوم لوں تو مجھے بھی غیب کا علم ہو جاتا ہے۔ بدر والے واقعہ کے متعلق کسی کو اعتراض نہیں کہ بدر کے دن نبی پاک ﷺ نے مٹی (کنکریاں) اٹھا کے پھینکی۔ مسئلہ یہ چل رہا ہے کہ مٹی غیب جانتی ہے کہ نہیں جانتی؟ عام مٹی ہو تو غیب نہیں جانتی۔

جب نبی پاک ﷺ نے دیکھا کہ بدر کا موقع، گھمسان کا رن پڑ گیا ہے اور گردنیں رقص کرتی دکھائی دیتی ہیں، بدن پھڑکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور خون کی ندیاں بہنے لگی ہیں اور مسلمانوں کا پلہ ہلکا دکھائی دے رہا ہے۔

سرکار ﷺ نے یہ واضح کیا علی تو نے تلوار ماری، تیری تلوار مبارک۔حمزہ تو نے تلوار ماری تیری تلوار مبارک۔لیکن تمہاری کامیابی کا اصل راز میں ہوں۔وہاں سے مٹی اٹھا کر ماری۔نبی پاک ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سامنے لڑ رہے ہیں۔ان کی پشت سرکار ﷺ کی طرف ہوئی، منہ کافر کی طرف ہے۔نبی پاک ﷺ کے ہاتھ کی پھینکی ہوئی کنکریاں دشمن کا پیچھا کرتی ہیں، سامنے کی طرف سے لگتی ہیں۔سرکار ﷺ کے ہاتھ کی کنکریاں ادھر کے بجائے ادھر جا کے لگتی ہیں۔صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا بال بیکا نہیں کیا اور کافروں میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑا سب کو زخمی کیا۔

اب اس کو تم بھی مانو میں بھی مانتا ہوں، جب مان گئے تو اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن یہ بتلاؤ جب وہ کنکریاں مومن کو چھوڑ کر کافر کو لگیں تو diffrentia (فصل) جو تمیز کرنے کی پاور ہے کہ یہ بے ایمان ہے اور یہ ایمان دار ہے، کس کو کہتے ہیں؟ ایمان کسے کہتے ہیں یہ امور غیبیہ میں سے ہے۔

امام بیضاوی نے "بیضاوی شریف" ص: ۲۰ میں غیب کی تعریف یوں کی ہے:

لا یدرکہُ الحس ولا یقتضیہ بداھۃ العقل

جس کو عقل پہلی توجہ سے سمجھ نہ سکے، حواس خمسہ اس کو محسوس نہ کر سکیں وہ غیب ہے۔

یعنی حواسِ خمسہ ظاہری اس کو محسوس نہ کر سکیں۔اگر آنکھوں سے دیکھے تو نظر نہ آئے۔کانوں سے سنے تو وہ سنائی نہ دے۔ہاتھ سے چھوئے تو وہ چھوا نہ جا سکے۔زبان سے چکھے تو وہ چکھا نہ جا سکے۔ناک سے سونگھے تو وہ سونگھائی نہ دے۔معلوم ہوا غیب کو حواس خمسہ ظاہری معلوم نہیں کر سکتے۔

اور عقل کی پہلی توجہ سے مراد یہ ہے کہ آپ نے دھواں اٹھتے دیکھا تو آپ نے سمجھ لیا کہ اگر آگ نہ جلتی ہوتی تو دھواں کیسے ہوتا؟

اسی طرح ایمان کے متعلق عقل کی پہلی توجہ کام نہیں کرتی۔ایمان اور بے ایمانی غیب ہوا۔ایمان ایک امر غیبی ہے۔جان وہ سکتا ہے جو غیب جانتا ہو۔

اب مٹی جب مارنے گئی تو حضرت حیدرِ کرار ؓ کو نہ لگی مخالف کو جا کے لگی۔حضرت امیر حمزہ ؓ کو نہ لگی مخالف کو جا کے لگی۔حضرت عمر ؓ کو نہ لگی مخالف کو لگی۔حضرت عثمان ؓ کی اہلیہ بیمار تھیں اس لئے تشریف نہ لا سکے، لیکن حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو نہ لگی۔کوئی آگے ہو یا پیچھے کافروں کو چن چن کے مارا ہے، لیکن مومنوں میں سے کسی کا بھی بال بیکا نہ کیا۔

مٹی جواب دیتی ہے کہ تو تو کہتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کو غیب کا علم نہیں، میں مٹی ہوں خود غیب نہیں جانتی تھی لیکن غیب والے کے ہاتھ چوم کے چلی ہوں، اب یہ مجھے بھی پتا ہے کہ ایمان دار کون ہے اور بے ایمان کون ہے۔

اسی طرح شیشی میں جو مٹی ہے یہ سرکار ﷺ کے ہاتھ کی ہے اگر یہ غیب جان گئی ہے تو یہ مانو کہ یہ بتاتی ہے اس سے سرکار ﷺ کے تعلق کا پتا چلتا ہے کہ واقعہ کربلا شریف میں ہو رہا ہے اور مٹی خون بن گئی ہے۔اس واقعہ کی الّنا کا کوئی مولانا ترجمہ کر سکتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ دو پہر کے وقت میں سرکار ﷺ کو دیکھتی ہوں۔جس کیس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسا آدمی اور نبی پاک ﷺ کی اہلیہ محترمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا یہ دو گواہ پیش ہو جائیں بات پکی ہو جاتی ہے، کہ دو پہر کے وقت میں نے سرکار ﷺ کو مغموم دیکھا بال بھی بکھرے ہوئے دیکھے۔

حسین علیہ السلام کی لاش پر گھوڑے دوڑ رہے ہیں، نبی پاک ﷺ اپنے بالوں کو کیسے سنواریں؟ نبی پاک ﷺ نے یہ بتلایا میرا حسین علیہ السلام شہید ہو رہا ہے، اس وقت میں کنگھیاں کروں یہ میری شان کے خلاف ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے سرکار ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ شیشی آپ کے ہاتھ میں کیسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہو گئی ہے، اس کا خون ہے۔

خصائص کبریٰ، سنن کبریٰ اور طبرانی کے اندر یہ روایات موجود ہیں جب یہ سب کتابیں تمہارے سامنے موجود ہیں تو پھر کیوں کہتے ہو مبالغہ کر رہے تھے؟

اس کا حق ادا ہی نہیں ہو سکتا مبالغہ کون کرے؟ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سرکار ﷺ نے تفصیل بیان کی کہ اس طریقے سے اموات واقع ہو رہی ہیں، میری آنکھ کھل گئی۔

ظلم کیتا ای ڈاہڈا ظالما وے
جھگا حیدری آن اجاڑیا ای
باواں کٹ حسین دے ویر دیاں

علی اکبر دا لاشہ لتاڑیا ای
تیرے جور و جفا دی حد مک گئی
سر حسین دا نیزے تے چاڑیا ای
کھل گئے سید دے سینے دے زخم سارے
جدوں تیر حلقوم وچ ماریاں ای

(کلام حضور مفکر اسلام)

امام سیوطی لکھتے ہیں کہ جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی اور کیا دیکھا کہ نماز کا وقت ہے۔ نماز کے لئے کھڑی ہوئیں، اچانک اسی شیشی پر نگاہ پڑی، تو شیشی خون میں تبدیل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ یہ دیکھ کر جناب سیدہ غم میں مبتلا ہو گئیں۔

جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ شریف سے چلنے لگے تھے تو آپ کی صاحبزادی سیدہ صغریٰ علیہا السلام نے کہا تھا، ابو جی مجھے اکیلے چھوڑ کے جا رہے ہیں، میں کس طرح وقت گزاروں گی، ابا جان کوئی تاریخ بتلائیں کہ کب آئیں گے؟ فرماتے ہیں تاریخ کا کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن وعدہ کرتا ہوں آؤں گا۔ اب جس وقت حضرت سیدہ زینب علیہا السلام کٹا ہوا سر لے کر محبوب کبریا ﷺ کی بارگاہ میں آئیں تو حضرت سیدہ صغریٰ پوچھنے لگیں۔ میرے ابا جی کہاں ہیں؟ اس وقت ابا جی کا سر مبارک پیش کیا گیا۔

امام حسین علیہ السلام وہاں زبانِ حال سے کہہ رہے تھے "اے صغریٰ علیہا السلام تیری جدائی میرے لئے سو معاف، اے حضرت سید دو عالم ﷺ آپ کے گنبدِ خضرا سے جدائی میرے لئے لاکھ معاف۔ اے فاطمہ کبریٰ علیہا السلام آپ کی جدائی میرے لئے سو معاف، اے سیدہ نساء العالمین علیہا السلام تجھ سے جدا ہونا میرے لئے معاف۔ اے امام حسن علیہ السلام تجھ سے جدا ہونا میرا معاف اور میں کربلا کے سفروں کو طے کرنے کے بعد بیٹی تم سے میں وعدہ کر کے گیا تھا کہ میں آؤں گا، میں آؤں گا۔ اب جو باتیں میں نے کہہ دی تھیں میں مر بھی گیا۔ سر کٹ بھی گیا مگر ان وعدوں پہ پورا اترا۔"

عشق کہے میں ہیرے تیرے وچ بازاراں تولاں گا
پر عاشق آکھے پورا تولیں گھٹ تولیں تاں بولاں گا

☆☆☆

رپورٹ

سالانہ جلسہ تقسیم اسناد

ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی

منعقدہ 27 دسمبر 2008 بروز ہفتہ

ڈاکٹر منظور حسین اختر

یہ 27۔دسمبر 2008 کی یخ بستہ رات ہے، شاہ جی سے محبت کرنے والا ہر شخص راولپنڈی کے علاقے خیابانِ سید کی طرف کھنچا چلا آ رہا ہے۔ ملک کے کونے کونے سے اہلِ محبت مرکزِ محبت کی طرف بڑھ رہے ہیں، آج شاہ جی کے ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ کا سالانہ اجتماع ہے، جسے سالانہ کانووکیشن یا سالانہ جلسہ دستار فضیلت بھی کہتے ہیں۔ لیکن معاملہ صرف اتنا نہیں، بات تو محبت اور عقیدت کی ہے، جلسے تو ہر ادارے میں ہوتے ہیں۔ کانووکیشن اداروں کا معمول ہے، لیکن یہ کون سی قوت ہے جس نے لوگوں کو ٹھنڈی رات اور دھند سے معمور فضا میں سفر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ غور کرنے پر علم ہوا کہ یہ فقط شاہ جی کی اللہ سے محبت ہے اور اس کے بدلے میں وہ محبت جو اللہ نے لوگوں کے دلوں میں شاہ جی کے لئے پیدا کر دی ہے۔ یہ اسی کی کارستانی ہے۔ ابھی ایک ہفتہ پہلے شاہ جی کے چچا جان، یادگارِ اسلاف، پیکرِ خلوص و محبت، پیر سید عبدالمنان شاہ صاحب کا وصال ہوا۔ وہ لمحات بھی بھلائے نہیں جا سکتے، ہر آنکھ اشکبار اور ہر زبان سسکیوں سے معمور تھی۔ ہمارے سروں سے گویا ایک سایہ رخصت ہو رہا تھا، ڈر تھا کہ چچا جان کی رحلت سالانہ اجتماع میں اثر انداز نہ ہو لیکن شاہ جی کے عزمِ مصمم اور خدمتِ دین کے جذبے نے ہم جیسے لوگوں کے اندر بھی جذبوں کو جنم دے دیا اور کربلا کا سبق یاد دلا دیا کہ اولاد اور گھر بار سب کچھ لٹ بھی جائے تو رسول اللہ کے مشن میں ذرا بھی سستی اور رکاوٹ نہ آنے دی جائے، یہی جذبہ تھا کہ لوگ ایک ہفتے بعد پھر راولپنڈی کے لئے عازمِ سفر ہو رہے تھے۔

ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ سے سالِ رواں میں فارغ ہونے والے علماء کی دستار بندی تو شاہ جی نے گذشتہ رات تہجد کے وقت ہی فرما دی تھی، شاہ جی کے اس فعل میں بھی بہت سی حکمتیں اور اسباق پنہاں ہیں۔ رات کی عمیق گہرائیوں میں جو نور کی برسات اور قربِ خداوندی کی نعمتیں چھپی ہوتی ہیں۔ وہ شب زندہ دار مسلمان ہی جان سکتا ہے۔ رات کی ان آخری گھڑیوں میں فارغ شدہ علماء کے لئے شاہ جی نے جو پر خلوص دعائیں کیں اس کا بدل کیا ہو سکتا ہے، میرے خیال میں اگر کوئی جلسہ منعقد نہ کیا جاتا اور کسی تزک و احتشام کا اہتمام نہ کیا جاتا تو پھر بھی سحری کی سحر انگیز دعائیں ان علماء کے لئے کافی ہوتیں۔ اس موقع پر شاہ جی نے فرمایا:

اللہ کی تعریف و تسبیح، حضور نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات پر ہدیہ درود و سلام عرض کرنے کے بعد عزیزانِ محترم میری خواہش تھی کہ صرف فارغ التحصیل لڑکوں کے ساتھ ملاقات کروں، ملاقات دوسرے وقت بھی کر سکتا تھا لیکن یہ وقت خاص اللہ کی معرفت، بندگی، قبولیت، استغفار، اس کے حضور حاضر ہونے، طلب، اور وارفتگی کا وقت ہے ۔ چنانچہ چاہا کہ ان ساعتوں میں آپ سے ملاقات کروں۔ دیکھ رہا ہوں کہ چند عزیزوں کے اقرباء اور سرپرست بھی تشریف فرما ہیں، باقاعدہ باتیں تو اجلاس میں ہوں گی، چونکہ یہ لڑکے میرے پاس رہے ہیں اور بڑی مشکل اور جانگسل سی زندگی انہوں نے اختیار کی۔ جس کے ایک ایک لمحہ میں خطرات منزل سے ہٹانے کے لئے برسرِ پیکار رہے یعنی شیطان۔ جو نہیں چاہتا کہ کوئی بندہ اللہ کی راہ میں نکلے اور استقامت اختیار کرے لیکن اللہ کی مدد اور توفیق سے آپ اور میری زندگی کا مختصر حصہ دین کی خدمت کے لئے وقف ہوا اور تحریک جاری رہی۔

دراصل آپ میرے پاس رہے، مجھ سے پڑھے، اس دوران ہو سکتا ہے میرے زیرِ عتاب بھی آئے ہوں تو دراصل میں آپ سے کسی بھی زیادتی پر معافی چاہتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہمارا معاملہ آخرت میں خراب ہو۔ آخرت کے تصور سے ہمارے اسلاف لرز جاتے تھے۔ دعا ہے کہ ہمارا معاملہ آخرت میں بہتری کے ساتھ جائے۔ آپ لوگوں نے میری خدمت کی اگر کوئی بہتری آئی تو اللہ کی طرف سے ہی آئی ہے۔

میں نے اس فیلڈ میں قدم رکھا تھا تو خدمتِ دین کے لئے نہ کہ تجارت کے لئے اور یہ مدرسہ فیکٹری سمجھ کر نہیں بلکہ اللہ کی بندگی سمجھ کر کھولا تھا۔ خاصا عرصہ تک میرے پاس جو کچھ ہوتا طالبعلموں پر خرچ کر دیتا، بڑا مشکل وقت بھی دیکھا ہے، اساتذہ کی تنخواہیں نہیں ہوتی تھیں، جب میں خود فارغ التحصیل ہوا تھا اور میرے سر پر دستار رکھی گئی تو میں اتنا خوش نہیں ہوا تھا اس لئے کہ میں نے اپنے آپ کو کبھی فارغ سمجھا ہی نہیں، آج بھی اللہ کے فضل سے کم از کم 200 صفحات روزانہ لازمی طور پر پڑھتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ زندگی کی آخری سانس ہو تو بھی علم کے حصول کے لئے لگا رہوں۔ آپ سے یہی توقع ہے کہ دین سے منہ نہیں موڑیں گے۔ برملا کہتا ہوں کہ اگر آپ دین سے منہ موڑیں گے تو اللہ اپنی رحمتوں کو آپ سے موڑ لے گا۔ اس لئے کہ اللہ نہ آپ کا محتاج ہے نہ میرا محتاج ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ اگر آپ ہماری دی گئی امانت کی حفاظت کریں گے تو انشاء اللہ آپ کا تھوڑا علم بھی بہت کام کرے گا، کیونکہ حقیقی علم اللہ دلوں میں اتارتا ہے۔

بلاشبہ مجھے ان بچوں کے سر پر عمامہ سجاتے ہوئے شرمندگی ہوگی جنہوں نے کورس تو مکمل کر لیا ہے لیکن داڑھیاں حضور کی سنت کے مطابق نہیں رکھ سکے۔ میں ان کے معاملے میں شرمندہ ہوں۔ بلاشبہ جس طرح بہت سے پیر قیامت والے دن اپنے مریدوں کے معاملات میں شرمندہ ہوں گے، اسی طرح استاد شاگردوں کے معاملات میں شرمندہ ہوں گے۔ میرے نزدیک وہ بچہ بہت عظیم ہوگا جو اپنے مشن پر ڈٹا رہے گا، تنگ و دو کرتا رہے گا۔ اس کے ساتھ اللہ کا فضل ہوگا، حضور ﷺ کا کرم اور مجھ ناتواں کی دعائیں ہوں گی۔ آپ کے اساتذہ کے لئے بھی

WWW.NAFSEISLAM.COM

دعا گو ہوں جنہوں نے بہت محنت کی اور میرا ہاتھ بٹایا۔

یاد رکھیں کہ کسی درخت کی کوئی ٹہنی، شاخ، پھول، پتے اور کلیاں، تنے سے جدا رہ کر اپنی زندگی قائم نہیں رکھ سکتے، اگر آپ اپنے مرکز سے وابستہ رہیں گے تو دنیا جہان میں عزت ہوگی۔

گذرتی رات اور طلوع فجر کے نورانی لمحات میں جب اللہ تعالیٰ خود بندوں کو مانگنے کی ترغیب دیتا ہے، ان قبولیت کے لمحات میں شاہ جی نے بڑے خلوص اور محبت سے فارغ ہونے والے علماء کے لئے دعائیں کیں۔

''اے اللہ تعالیٰ! ان بچوں سے اپنے دین کا کام لے لے، مولا! اصل علم تو وہ ہے جو تو دل میں ڈالے، یا اللہ! اپنی محبت میں فائز المرام رکھ، شاہ جی اپنے الہٰ سے مانگ رہے تھے کہ مولا! میں ان کو دنیا کی افسری کی پیٹی نہیں باندھ رہا، ان کو وزارتوں کے قلمدان نہیں دے رہا، میں تو انہیں تیری راہ میں فقیری کی دستار دے رہا ہوں، مولا! اس میں عزت پیدا کر دے۔''

شاہ جی نے اپنے چچا جی حضرت پیر سید عبدالمنان شاہ، ادارے کے اساتذہ، معاونین، خدمتگاروں اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی خصوصی دعائیں کیں۔

دعا کے بعد فارغ التحصیل ہونے والے ہر ایک عالم دین کے سر پر شاہ جی نے اپنے دست مبارک سے سیاہ عمامہ سجایا اور اس طرح تقسیم اسناد و دستار فضیلت کی پہلی تقریب قرب خداوندی کی نورانی گھڑیوں میں اپنے اختتام کو پہنچی اور شرکاء نے نماز فجر کی تیاری شروع کر دی۔

تہجد کے وقت ہونے والی دستار بندی کے بعد 27۔دسمبر ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب ادارہ میں تقسیم اسناد کے حوالے سے ایک عالی شان عوامی اجتماع کا انتظام کیا گیا تھا۔ یہ اجتماع نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منعقد کیا جا رہا تھا۔ یوں کہیئے کہ تہجد کی تقریب شاہ جی کے صوفیانہ مزاج کا مظہر تھی اور رات کا یہ اجتماع شاہ جی کے عالمانہ وقار، شان و شوکت، تمکنت اور عز و جاہ کا مظہر تھی۔ ادارہ کے مین گیٹ سے داخل ہوتے ہی بائیں جانب پارک میں ایک بہت بڑی سکرین آویزاں تھی جس پر کارروائی دکھانا مقصود تھی اور دائیں جانب اکیڈمی کے کشادہ گراؤنڈ میں وسیع و عریض کھانے کا اہتمام تھا۔ ہال کے مین گیٹ کے ساتھ ہی دائیں جانب ساؤنڈ سسٹم، ریکارڈنگ اور انٹرنیٹ کی ٹیمیں جناب طالب حسین مرزا کی زیر نگرانی اپنے فرائض کی بجا آوری کے لئے تیار بیٹھی تھیں۔ یہ اجتماع انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا کے گوشے گوشے میں نور بانٹ رہا تھا اور شاہ جی سے محبت کرنے والے بیرون ممالک کے لوگ بھی انٹرنیٹ کے ذریعے اپنے آپ کو اس اجتماع میں شامل کئے ہوئے تھے۔ ادارہ کے مرکزی ہال میں دائیں طرف ایک خوبصورت اور وسیع سٹیج ترتیب دیا گیا تھا، جس پر علماء و مشائخ تشریف فرما تھے۔ نماز عشاء کے فوراً بعد اجتماع کی کارروائی کا آغاز کر دیا گیا۔ حافظ محمد زبیر نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سنبھالتے ہوئے سب سے پہلے ڈیرہ غازی خان سے تعلق رکھنے والے ادارہ کے طالب علم قاری محمد ظفر کو تلاوت قرآن کی دعوت دی، اس دوران شاہ جی سٹیج پر تشریف لے آئے۔ تمام حاضرین نے کھڑے ہو کر نعرہ تکبیر و رسالت بلند کر کے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔ تلاوتِ کلام پاک کے بعد معروف نعت خواں جناب ظفر علی چشتی نے ''پکارو یا رسول اللہ'' اور ''نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا'' نعت شریف پڑھ کر محفل پر ایک وجد کی کیفیت پیدا کر دی۔ نعت رسول مقبول کے بعد سٹیج سیکرٹری حافظ محمد زبیر نے جماعت اہل سنت صوبہ سرحد کے ناظمِ اعلیٰ علامہ محمد بشیر القادری کو دعوت خطاب دی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ محمد بشیر القادری:

فضیلتِ علم پر نہایت مدلل گفتگو کرتے ہوئے آپ نے سورہ آلِ عمران کی آیت **شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ واولوالعلم قائم باالقسط** کو عنوان بنایا اور علامہ قرطبی کے حوالے سے کہا کہ یہ آیت اہل علم کی فضیلت بیان کرتی ہے، کیونکہ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ اور اہل علم کا اکٹھے ذکر فرمایا ہے پھر حضور کی احادیث بیان فرمائیں کہ ارشادِ نبوی ہے کہ علم میرا ہتھیار ہے۔ علماء دنیا میں انبیاء کے خلفاء ہیں اور آخرت میں شہداء کے ساتھ ہوں گے، اسی طرح حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ سخی اور جواد کون ہے؟ پھر فرمایا، اللہ سب سے بڑا جواد ہے، پھر اولادِ آدم میں میں محمد ﷺ ہوں اور میرے بعد وہ جس نے علم سیکھا اور آگے پھیلایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرماتے ہوئے علامہ بشیر القادری نے کہا کہ مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ خوبصورتی اور جمال اچھے کپڑے پہننے میں نہیں بلکہ علم و ادب میں ہے۔ اسی طرح یتیم وہ نہیں جس کا باپ فوت ہو جائے بلکہ اصل یتیم تو وہ شخص ہے جو عقل سے کورا ہو اور جس کو علم و حکمت سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ علم نافع پر بات کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ ظاہری علم جب دل میں داخل ہو جائے تو علمِ نافع بن جاتا ہے اور یہ دولت کسی مرد کامل کی صحبت میں بیٹھنے سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ کے طلباء کو صاحبانِ فضیلت قرار دیتے ہوئے آپ نے کہا کہ یہاں طلباء کو علم باطن اور علم نافع سے مالا مال کیا جاتا ہے کیونکہ انہیں شاہ

جی جیسے مردِ کامل کی صحبت میسر ہے آخر میں علامہ بشیر القادری نے اپنے سننے والوں کو ایک بہت قیمتی راز دیتے ہوئے کہا کہ اگر علم نافع حاصل کرنا چاہتے ہو تو کسی کے قدموں کی خاک بن جاؤ۔ یوں سمجھئے کہ یہ جملہ ان کی ساری تقریر کا خلاصہ تھا۔۔۔۔ واقعی اگر کوئی اچھے قدموں والا مل جائے تو خاک بھی خاکِ شفاء بن جاتی ہے۔

مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

علامہ بشیر القادری کی تقریر کے بعد سٹیج سیکرٹری نے زینت القراء جناب قاری محمد عبدالغفار نقشبندی کو تلاوت کی دعوت دی۔ قاری عبد الغفار نے اپنی خوبصورت آواز میں آیاتِ قرآنی تلاوت کیں تو محفل ایک خاص کیف پرور ماحول میں داخل ہوگئی۔

تقسیم اسناد کی یہ تقریب حقیقتاً نورانی پھولوں کا ایک حسین گلدستہ اور مختلف نوری کرنوں کی ایک کہکشاں ثابت ہو رہی تھی۔ بہت سے جلسہ ہائے تقسیم اسناد میں جانے کا اتفاق ہوا لیکن افسوس کہ روایتی جلسوں میں ان طلباء اور اساتذہ کو ثانوی درجہ دے دیا جاتا ہے جن کے گرد یہ تقریبات گھومتی ہیں، لیکن شاہ جی کی حکمت اور حسن انتظام ملاحظہ ہو کہ اس تقریب میں 25 علماء کو اسناد دی گئیں اور نہ صرف ہر فارغ التحصیل عالمِ دین کو انفرادی عزت و وقار کے ساتھ سٹیج پر بلایا گیا بلکہ اس کی خصوصیات اور کار ہائے نمایاں سے بھی حاضرین کو مطلع کیا گیا، ورنہ دوسری تقریبات میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ تحکمانہ انداز اور تحقیر آمیز رویہ اختیار کر کے طلباء کی عزت نفس کو مجروح کر دیا جاتا ہے، شاید اسی وجہ سے بعض طلباء میں احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے۔ یقیناً طلباء کی عزت نفس مجروح کرنے والے اور ان میں احساس کمتری پیدا کرنے والے مدارس کو دیکھ کر ہی علامہ اقبال نے کہا تھا:

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

اور دوسری بات یہ کہ جن اساتذہ کی محنت اور کوشش سے مدارس کے گلشن میں بہار آتی ہے اور بے قیمت بیج، بیش قیمت پھول بن جاتے ہیں ان کو اکثر اوقات تقریب میں فراموش کر دیا جاتا ہے لیکن قربان جائیں شاہ جی کی فراست کے، کہ آپ نے اساتذہ کو یکے بعد دیگرے سٹیج پر بلایا، ان کا تعارف اور ان کی خدمات سے حاضرین کو مطلع کر کے ہر استاد کی خدمت میں دس، دس ہزار روپے پیش کئے گئے اور ان کی تنخواہوں میں 500 روپے فی کس اضافے کا اعلان کیا گیا۔ شاہ جی نے بتایا کہ ادارہ میں کوئی استاد پوسٹ گریجوایشن سے کم تعلیم یافتہ نہیں اور ادارہ کے اساتذہ میں گورنمنٹ ڈگری کالج بنوں کے ریٹائرڈ پروفیسر کریم خان، صاحبِ علمِ ظاہر و باطن حافظ نور محمد بندیالوی، یادگار اسلاف پیر علامہ سید صادق حسین شاہ جیسے انمول ہیرے موجود ہیں۔

اس تقریب کا حسن انتظام کچھ یوں کیا گیا کہ ہر خطاب کے بعد فارغ التحصیل علماء میں سے ایک ایک یا دو دو علماء کو بلا کر مہمانوں سے اسناد دلوائی جاتی رہیں، اس طرح علماء کو اسناد بھی دے دی گئیں اور ماحول میں بھاری پن بھی پیدا نہیں ہوا۔

شاہ جی نے خود پہلی سند کا اعلان فرماتے ہوئے پوسٹ گریجوایشن، B.ed، فاضل عربی، Spoken Arabic Language کی اسناد رکھنے والے اور درس نظامی میں اول پوزیشن حاصل کرنے والے خوش قسمت عالمِ دین علامہ آصف محمود کو سٹیج پر بلایا اور پیر سید خضر حسین چشتی کے ہاتھوں انہیں سند عطا کی گئی۔

علامہ بشیر القادری کے خطاب، قاری عبدالغفار کی تلاوت اور علامہ آصف محمود کو پہلی سند دینے کے بعد سٹیج سیکرٹری حافظ زبیر اعوان نے نعت کے لئے قاری افضال انجم کو دعوت دی۔ نعت رسول مقبول کے بعد ان اساتذہ کو انعام و اکرام سے نوازا گیا جن کی محنت سے علماء کا یہ دستہ (بیج) تیار ہوا۔ ان میں پروفیسر کریم خان، پیر سید صادق حسین شاہ، حافظ نور محمد بندیالوی، علامہ محمد اشرف، محترم محمد لیاقت، علامہ محمد رضو ان انجم، جناب عارف سہیل، اور علامہ حافظ محمد قاسم نمایاں ہیں۔

تقریب کے دوسرے خطاب کے لئے سٹیج سیکرٹری نے نہایت خوبصورت اور مدلل گفتگو کرنے والے خطیب علامہ رضا ثاقب مصطفائی کو دعوت دی جو درس قرآن کے حوالے سے خاصی شہرت رکھتے ہیں چنانچہ آپ کو عنوان بھی قرآن سے متعلق ہی دیا گیا۔

علامہ رضا ثاقب مصطفائی:

حمد و صلوٰۃ کے بعد آپ نے کہا کہ اس پرنور محفل میں گفتگو آزمائش اور اعزاز ہے جو ہمیشہ ساتھ رہے گا۔ آپ نے کہا کہ قرآن در ماندہ لوگوں کو ہدایت کا نور دیتا ہے۔ من کے سارے روگ اور اندر کی غلاظتیں صاف کر کے روشنیاں بانٹتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان جب

تک قرآن سے وابستہ رہا، ساری دنیا اس کی باجگزار رہی، حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ فتنوں کے دور میں بچنے کی صورت کیا ہے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید۔ دور حاضر میں قرآن سے دوری کے المیئے پر بات کرتے ہوئے علامہ رضا ثاقب نے کہا کہ افسوس آج قرآن سے تعلق واجبی سا رہ گیا ہے ہم تعلیمات قرآن سے ناآشنا ہو گئے اور کتابِ ہدایت کو صرف قسم اٹھانے کے لئے سمجھ لیا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ کتاب بیماریوں کو شفا دینے والی ہے، مرنے والوں کی قبروں میں نور اتارنے والی ہے۔ اس سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں لیکن اس کا اصل مقصد تو زندگی اور حیات دینا ہے۔ افسوس کہ ہم نے قرآن سے زندگی تلاش نہیں کی، بلکہ قرآن سے مرنا ہی سیکھا۔ کاش اس کتابِ ہدایت سے زندگی خریدی ہوتی، علامہ رضا ثاقب نے کہا کہ اسلام کی تھیوری قرآن اور اس کا پریکٹیکل حضور ﷺ کی سیرت ہے۔ قرآن کی اہمیت اور فضیلت پر بات کرتے ہوئے آپ نے حضرت جنید بغدادی کی ایک حکایت بیان فرمائی کہ حضرت جنید بغدادی نے اپنے ایک مرید کو صندوق دیتے ہوئے کہا کہ اسے دریائے دجلہ میں بہا دو لیکن صندوق کو کھول کر نہ دیکھنا۔ مرید نے صندوق پانی میں پھینکا تو پانی نے راہیں چھوڑ دیں، مرید کو شدید خواہش ہوئی کہ اس صندوق میں کیا تھا، چنانچہ اس نے واپس جا کر حضرت جنید بغدادی سے پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے 12 سال کی محنت سے تصوف پر کتاب لکھی، پھر 12 سال اس کتاب کی نوک پلک سنوارتا رہا اور پھر 12 سال یہ سوچتا رہا کہ اس کتاب کو لوگوں کے سامنے لاؤں یا نہ لاؤں تو آخر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ قرآن کے ہوتے ہوئے جنید کی کتاب کی کوئی ضرورت نہیں۔ علامہ رضا ثاقب نے کہا کہ ہمیں اس کتاب کو لے کر نکلنا ہے اور دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا ہے قرآن پاک سے وابستگی کو پختہ کریں کہ

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

علامہ رضا ثاقب کی گفتگو ختم ہوئی تو شاہ جی نے 3 علماء کو اسناد کے لئے بلایا چنانچہ علامہ صہیب کو راجہ آصف، علامہ عامر سلطان کو علامہ رضا ثاقب اور علامہ یاسر فاروق علوی کو سید ضیاء الحق شاہ گیلانی کے ہاتھوں سے اسناد تقسیم کی گئیں۔ اس دوران شاہ جی نے عقیدے پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ گستاخِ رسول کافر ہو جاتا ہے پھر شاہ جی نے بتایا کہ ادارہ کے 2 طلباء کو Nimal میں داخل کروایا گیا، جہاں چار مہینوں کی فیس 18000 روپے ہے۔ آدھی فیس والدین ادا کریں گے اور آدھی فیس شاہ جی اپنی جیب سے ادا کریں گے۔ شاہ جی نے بتایا کہ ہمارے ادارے کے طلباء و علماء ہر ایمبیسی میں پاس ہیں، کیونکہ ایمبیسی والے جانتے ہیں کہ یہ لوگ دہشتگرد نہیں ہیں پھر شاہ جی نے خود ہی معروف عالمِ دین، اعلیٰ پائے کے خطیب و ادیب و شاعر پیر سید خضر حسین شاہ چشتی کو سٹیج پر آنے کی دعوت دی۔

پیر سید خضر حسین چشتی:

آپ نے شاہ جی کو بڑے حسین اور پیارے انداز سے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

شاہ جی! بادشاہ جی! عالم پناہ جی! خضرِ راہ جی! اک نگاہ جی!

ان چند الفاظ نے محفل میں ایک خاص سرور پیدا کر دیا، لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آتے دیکھے گئے۔ آپ نے شاہ جی کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا۔

تیری شفقت اور محبت کے ہیں چرچے کو بہ کو
بس تیرے روز دروں کا غلغلہ ہے چار سو
تیرا ہر ہر لفظ میٹھا ہے تو ہے شیریں مقال
ہے تیرے بیانوں میں حق و صداقت کی نمو
تیری تقریروں میں شاہ جی ہیں ہزاروں فلسفے
ہے علاجِ مرضِ دل سید تمہاری گفتگو
شوخ تحریروں میں تیری گم ہے پیغام حسین
اے ریاض سیدا جیسے ختن میں مشک بو
ہو سراپائے جمال عزت دین رسول
اس لئے کہ ہے رگوں میں شاہِ کربل کا لہو

ہے خضر کا راہنما تو اور استادِ معین
حضرت جعفر کے جلووں کی ہو صورت ہو بہ ہو

آپ نے کہا ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم سے امام احمد بن حنبل اور امام محمد ملاقات کے لئے گئے۔ امام موسیٰ کاظم ان دنوں جیل میں قید تھے، ایک عقیدت مند سپاہی نے جاتے ہوئے امام موسیٰ کاظم سے پوچھا کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائیں میں پیش کروں، آپ نے انکار فرمایا اس سپاہی کے جانے کے بعد امام موسیٰ کاظم نے فرمایا کہ یہ شخص رات کو فوت ہو جائے گا، امام محمد نے پیچھا کیا تو وہ واقعی رات کو فوت ہو گیا، امام محمد واپس امام موسیٰ کاظم کے پاس حاضر ہوئے اور پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ یہ سپاہی فوت ہو جائے گا تو آپ نے فرمایا کچھ علوم اللہ نے آلِ رسول ﷺ کے لئے خاص کر رکھے ہیں۔ پیر سید خضر حسین چشتی نے ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ کے طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ بہت خوش نصیب ہیں جو آلِ رسول کی معیت میں علمِ دین حاصل کر رہے ہیں، ان بچوں کو مبارک ہو جو مولا علی کے بیٹے سے علم پڑھ رہے ہیں اور جو امام حسین کے لختِ جگر سے قرآن و حدیث سیکھ رہے ہیں۔

پیر سید خضر حسین چشتی کے خطاب کے دوران اجمیر شریف کے سجادہ نشین حضرت دیوان آل سیدی تشریف لائے اور پیرانہ سالی کے باوجود دیر تک محفل میں بیٹھے رہے۔ علامہ پیر سید خضر حسین چشتی کے بعد شاہ جی نے 9 فارغ التحصیل علماء کو یکے بعد دیگرے سٹیج پر بلایا جن میں علامہ محمد عثمان، جن کو شاہ جی کی ساری ساری رات خدمت کی سعادت حاصل ہے، چنانچہ علامہ محمد عثمان کو اجمیر شریف کے سجادہ نشین دیوان آلِ سیدی، حافظ اشیاق احمد کو حافظ محمد اکبر، صاحبزادہ توقیر الحسن کو دیوانِ آلِ سیدی، علامہ محمد حسن اور علامہ محمد اویس کو سید امجد عزیز شاہ، علامہ غلام محی الدین کو صوفی ولی الرحمن، علامہ عمیر عارف کو عبدالرزاق ساجد، علامہ محمد منصور رشید کو حمزہ مصطفائی، علامہ عمر نعیم کو ڈاکٹر اظہر نعیم کے ہاتھوں اسناد عطا کی گئیں۔ اس کے بعد شاہ جی نے اگلے خطاب کے لئے علامہ غلام بشیر نقشبندی کو دعوت دی۔

علامہ غلام بشیر نقشبندی زیب سجادہ باؤلی شریف:

''فیض صحبت'' کے عنوان پر بہت خوبصورت، سبق آموز اور اصلاحی خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ اس محفل میں گفتگو کرنا میری بخشش کا ساماں ہے۔ مجھے فیض صحبت پر بیان کرنا ہے اور لطف کی بات یہ کہ میں خود اس وقت فیض صحبت سے لطف اندوز ہو رہا ہوں اور شاہ جی کی موجودگی میں روحانی فیض اور سکون محسوس کر رہا ہوں۔ آپ نے آیت کریمہ یاایھا الذین امنوا اتقو اللہ و کونو مع الصادقین پر حسین نکات بیان کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان اور تقویٰ حاصل کر لینے کے بعد اولیاء واتقیاء اور صادقین کے پاس جانے کا حکم دیا، اس لئے کہ صرف عبادت سے ایمان کو خطرہ باقی رہتا ہے لیکن صوفیاء کی صحبت سے شیطانی خطروں کا ڈر نہیں رہتا، انہوں نے مولوی اشرف علی تھانوی کے حوالے سے کہا کہ جو اولیاء کی محافل میں بیٹھتے ہیں ان کا ایمان محفوظ ہو جاتا ہے، پھر ایک خوبصورت نکتہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ''کونو اصادقین'' کی بجائے ''کونوا مع الصادقین'' کہا یعنی پہلے سچوں کے پاس جاؤ پھر سچے بننے کی نوبت آئے گی۔ انہوں نے کہا کہ اگر انسان 50 ہزار سال بھی ریاضت کرتا رہے تو اللہ کے قرب کا راستہ طے نہیں کر سکتا لیکن کسی کامل کے پاس بیٹھنے سے یہ سفر مہینوں، ہفتوں بلکہ کبھی کبھی ایک ہی نشست میں طے ہو جاتا ہے۔ آپ نے کہا کہ علم ہو اور صحبت نہ ہو تو علم بیکار ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلاف میں بڑے بڑے علماء گوہر مقصود حاصل کرنے کے لئے کسی نہ کسی ولی کے پاس ضرور حاضر ہوتے رہے۔ ایک بہت خوبصورت بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آج کل دنیا میں ولی موجود نہیں، انہوں نے کہا کہ جب تک قرآن میں ''و کونوا مع الصادقین'' والی آیت کریمہ موجود ہے، اس وقت تک دنیا میں ولی موجود رہیں گے، ورنہ قرآنی حکم ناقابل عمل ہو جاتا ہے، پھر آپ نے کہا کہ میں صرف اپنی بخشش کے لئے کہہ رہا ہوں کہ اگر دل کی دنیا بدلنے والی شخصیت کو دیکھنا چاہتے ہیں تو شاہ جی کو دیکھ لیں، شاہ جی بولتے ہیں تو گلاب لٹاتے ہیں۔ باطل کو للکارتے ہیں تو کربلا سے امام حسین کی للکار کا جلوہ عیاں ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت نبوی میکدے کے امام سید ریاض حسین شاہ ہیں، اس ایک شخصیت میں عالم، عابد، عارف، عاشق سبھی خوبیاں جمع ہیں۔ حاضرین کو درس محبت دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ فیض صحبت حاصل کرنے کے لئے سنابل نور پڑھیں اور رات کو سونے سے پہلے کم از کم ایک صفحہ ضرور سنابل نور کا پڑھیں تاکہ فیض صحبت حاصل کر سکیں۔ انہوں نے کہا کہ اس دور کے رازی اور غزالی کی صحبت میں بیٹھنا ہو تو شاہ جی کی خدمت کریں۔

علامہ غلام بشیر نقشبندی کی چشم کشا اور محبت سے لبریز گفتگو کے بعد شاہ جی نے ایک مرتبہ پھر مائیک سنبھالا اور علامہ غلام بشیر نقشبندی کی گفتگو پر تبصرہ فرماتے ہوئے کہا کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سوائے اللہ کا بندہ اور حضور کا نوکر ہونے کے، آؤ دعا کریں کہ اللہ آج کی اس بزم

WWW.NAFSEISLAM.COM

حسن میں اپنے محبوب کے جلوہ حسن کی زیارت کرادے، پھر آپ نے علماء سے اظہار محبت کرتے ہوئے کہا کہ مولا! مجھ فقیر سے پہلے ان علماء کو جنت کی بہاریں عطا فرما۔ میں ان علماء سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔

پھر آپ نے یکے بعد دیگرے فارغ التحصیل علماء کو سٹیج پر بلایا اور انہیں اسناد عطا کی گئیں جن میں علامہ حسین احمد کو صاحبزادہ اجمل عرفان دانش، علامہ ضیاء الرحمٰن (جنہیں اسی ادارہ کے لئے بطور استاد سلیکٹ کیا گیا) کو علامہ اسحاق صدیقی، تین سال شاہ جی کی خدمت کرنے والے علامہ محمد ذاکر کو علامہ محمد اسحاق صدیقی، اسی طرح علامہ مقصود الحق کو دیوان آل سیدی کے ہاتھوں اسناد عطا کی گئیں۔ شاہ جی نے اس دوران نصیحت کی کہ مجھ سے محبت کرنے والا ہر شخص اپنے چہرے پر داڑھی سجائے کہ مجھے قیامت والے دن حضور ﷺ کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ بندگی کا کمال حضور ﷺ کے قدموں میں بیٹھنا ہوتا ہے۔

درگاہ عالیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے سجادہ نشین حضرت دیوان آل سیدی پیرانہ سالی اور ناسازئ طبع کے باوجود زیادہ دیر بیٹھنے سے قاصر تھے، اس لئے شاہ جی نے اپنے چچا جان یادگار اسلاف، پیکر خلوص ومحبت حضرت سید عبدالمنان شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے لئے انہیں دعا کا کہا اور فرمایا کہ مجھ پر میرے چچا جی کا قرض ہے کیونکہ انہوں نے مجھے پالا، مجھ پر اپنی دولت خرچ کی تا کہ میں دین کا خادم بن جاؤں، لہٰذا میں حضرت دیوان آل سیدی سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے چچا جی کے لئے دعا فرمائیں، چنانچہ دیوان آل سیدی نے دعا کرائی اور دعا کے بعد دیوان آل سیدی محفل سے تشریف لے گئے۔

ان کے جانے کے بعد شاہ جی نے فرمایا کہ اب میں اس نوجوان کو دعوت خطاب دینے والا ہوں جس نے سیکنڈ ایئر سے میرے ساتھ محبت شروع کی اور آج تک مجھ سے محبت کر رہا ہے یعنی:

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری ڈائریکٹر اوقاف و مذہبی امور:

خوبصورت اور دھیمے لہجے میں مختصر سی گفتگو کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ 1983ء میں فیصل آباد زرعی یونیورسٹی میں شاہ جی ایک مرتبہ آئے تو اسی دن سے ان کا عقیدت مند ہو گیا۔ آپ نے کہا کہ علامہ غلام بشیر نقشبندی نے جن خیالات، درد دل اور سوز دروں کا اظہار کیا ہے اس کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت نہیں:

میں نے جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری نے اپنی گفتگو میں حسب موقع خوبصورت اشعار سجائے اور کہا کہ ہم جب بھی پریشان ہوتے ہیں تو شاہ جی کے شجر سایہ دار میں پناہ لیتے ہیں۔

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری کی مختصر گفتگو کے بعد شاہ جی نے فرمایا کہ میں اپنی تعریف کے جملے نہیں سنتا، بس اتنا جانتا ہوں کہ کوئی مجھ سے محبت کر رہا ہے، لہٰذا دعا دے دیتا ہوں پھر آپ نے اپنے چچا جی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انہیں دل وجان سے ولی تسلیم کرتا ہوں۔ وصال سے چند دن پہلے مجھے بلایا اور کہا کہ مزارات بنانا درست ہے لیکن چونکہ والد صاحب نے اپنے مزار کی اجازت نہیں دی تھی اس لئے میں بھی تمہیں مزار بنانے کی اجازت نہیں دیتا پھر شاہ جی نے فرمایا کہ میرے دادا جی نے اپنا مزار بنانے کی اجازت نہیں دی تھی اگرچہ آپ کے کئی مریدوں کے مزارات موجود ہیں اور آپ اُس دور میں جامعہ الازہر مصر کے فارغ التحصیل تھے یعنی اس قدر بڑے عالم دین اور صوفی باصفا ہونے کے باوجود گوشہ نشینی اور کسر نفسی کا سبق دیا۔

پھر شاہ جی نے یکے بعد دیگرے سات علماء کو سٹیج پر بلایا جن میں علامہ محمد بشارت کو راجہ آصف، علامہ محمد عمران اختر کو ڈائریکٹر سماجی بہبود آزاد جموں وکشمیر، علامہ عظیم خان کو پیر سید خضر شاہ، علامہ سبطین خان کو پیر سید خضر شاہ، علامہ محمد منظور احمد کو مفتی اقبال چشتی، علامہ محمد عمران کو 91 مساجد بنانے والے انجینئر مشتاق احمد اور پھولوں والے بابا جی محمد سلیم، اسی طرح علامہ سید ارسلان حیدر شاہ کو پیر سید صادق حسین شاہ کے ہاتھوں اسناد عطا کی گئیں۔

ادائیگی اسناد کے بعد نعت رسول مقبول کے لئے محمد اختر بزمی کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے نعت شریف اور جماعت اہل سنت کا ترانہ ''پکارو یارسول اللہ'' بڑے حسین انداز میں پڑھا۔

اس کے بعد پھر شاہ جی نے مائیک سنبھالا اور حاضرین سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ دور دراز سے، محبت اور پیار کے ساتھ آئے ہیں، میں آپ کے لئے ضرور دعا کروں گا۔ شاہ جی نے بتایا کہ اس مرتبہ امریکہ گیا تو اللہ نے دین کا بہت کام لیا، امریکہ میں 18 دنوں کے قیام کے دوران 60 تقریبات سے خطاب کیا اور دین کا پیغام پہنچایا۔ آپ یقیناً خوش ہوں گے کہ آئندہ ربیع الاول شریف میں White

WWW.NAFSEISLAM.COM

House کے اندر حضور ﷺ کا میلاد منایا جائے گا۔ جس کا اہتمام شاہ جی کے خلیفہ اور شاگرد خاص ڈاکٹر ظفر اقبال نوری کر رہے ہیں۔ اس کے بعد شاہ جی نے مہمانوں میں تبرکات تقسیم کیے جن میں امریکہ سے آئے ہوئے عبدالقیوم صاحب کو اپنی چادر عطا کی، انگلینڈ سے آئے ہوئے مظہر بٹ (جنہوں نے اجتماع کے لئے روشنی کا انتظام کیا) کو بھی چادر عطا کی گئی۔ اسی طرح وہ خوش قسمت بابا جی جو ہر تقریب میں شاہ جی پر پھول نثار کرتے ہیں اور اپنی محبت کا والہانہ اظہار کرتے ہیں انہیں شاہ جی نے اپنی تسبیح عطا کی۔ اس عطا پر بہت سے لوگوں نے رشک کیا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ کاش اس بابا کی جگہ ہم ہوتے، مگر خاص نعمتیں قسمت والوں کو ملتی ہیں۔ اتنے میں شاید ہمارے دل کی آواز شاہ جی نے سن لی کہ یکا یک فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ آپ سب لوگوں کو کچھ نہ کچھ عطا کروں اور اگر ہو سکتا تو اپنے جگر کے ٹکڑے کاٹ کر دے دیتا۔ آپ کے اس جملہ نے سینکڑوں حاضرین کی آنکھوں کو بھیگنے پر مجبور کر دیا اور محفل میں موجود ہر شخص اپنی اپنی قسمت پر نازاں محسوس ہونے لگا۔

پھر شاہ جی نے ایسے خطیب کو دعوت دی جس کی شیروں والی دھاڑ باطل کے میدانوں میں تہلکہ مچائے رکھتی ہے میری مراد ہے

خطیب اسلام علامہ مفتی محمد اقبال چشتی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت صوبہ پنجاب:

شاہ جی کو بڑے حسین انداز میں جان محفل، شان محفل، آن محفل، مفکر اسلام، مفسر قرآن، قائد ملت رسول کے القاب سے مخاطب کرتے ہوئے آیت کریمہ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین کو عنوان بنایا اور کہا کہ اس ادارہ کا مقصد حضور کے عشق کی خوشبوئیں تقسیم کرنا ہے، مجھے یقین ہے کہ اس محفل میں سرکار کی آل کا دامن تھام کر جو مانگے گا خالی نہیں جائے گا۔

آپ نے کہا کہ ہر قرآن پڑھنے والا اعزاز کا مستحق نہیں، جو قرآن کا ترجمہ کر کے نبی سے دور کرے وہ مردود ہے اور جو قرآن کے ساتھ نبی کی محبتوں کا تحفہ دیں اس کو اپنا محبوب جانو۔ اہل سنت کے مدارس کا یہ اعزاز ہے کہ قرآن پڑھا کر نبی کا غلام بنایا جاتا ہے، آج تک ان مدارس سے کوئی صحابہ یا اہل بیت کا گستاخ پیدا نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا کہ تحویل قبلہ کے وقت صحابہ نے حضور ﷺ کا طواف کر کے رخ تبدیل کیا، گویا زبان حال سے کہا کہ ہم قبلے کے پابند نہیں بلکہ چہرہ مصطفےٰ کے پابند ہیں۔ مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ کا ذکر کرتے ہوئے مفتی اقبال چشتی نے کہا کہ مولا علی کسی محرر کی تحریر، مقرر کی تقریر، خطیب کی خطابت اور مدرس کی تدریس کے محتاج نہیں۔ مولا علی سے پیار جنتیوں کا کام اور مولا علی سے جلنا منافقوں کا کام ہے۔ جو چاہتا ہے کہ ایسی زندگی جیئے کہ مصطفےٰ کریم خوش ہوں، اور ایسی موت مرے جس پر حضور خوش ہوں اور اس جنت میں رہنا چاہے جس کا وعدہ خدا نے فرمایا ہے تو اسے چاہیئے کہ علی سے پیار کرے۔ علی سے پیار کرنے والا عزت کی زندگی جیئے گا اور عزت کی موت مرے گا۔ جنت میں رہنا چاہتے ہو تو علی سے پیار کرو۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ میری بخشش کا ذریعہ آلِ نبی ہے۔ مفتی اقبال چشتی نے بڑی خوبصورت اور قابلِ رشک بات بتاتے ہوئے کہا کہ مجھے فخر ہے کہ شاہ جی نے ایک موقع پر میرا ہاتھ پکڑ کر کہا تھا کہ حشر کے دن اکھٹے ہوں گے۔ آخر میں مفتی صاحب نے کہا کہ شاہ جی کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کوئی ان کی مسکراہٹوں اور کوئی برستی آنکھوں کا اسیر ہے۔ اللہ شاہ جی اور شاہ جی کے گلشن کو آباد رکھے۔

اس کے بعد مفتی اقبال چشتی نے خود شاہ جی کو دعوتِ خطاب دی۔ حاضرین نے کھڑے ہو کر نعروں کی گونج میں شاہ جی کا استقبال کیا، سٹیج کے درمیان رکھی ایک کرسی پر شاہ جی تشریف فرما ہوئے، آپ نے گفتگو کا آغاز کچھ یوں فرمایا:

مفکرِ اسلام مفسرِ قرآن پیر سید ریاض حسین شاہ مرکزی ناظمِ اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان و بانی ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ

اللہ کی تعریف وحمد وثنا، ذکر، شکر اور اس کے محبوب کی ذات برکات پر ایسا درود جو اس سے پہلے کسی نے نہ بھیجا ہو، آپ کی آل اور اصحاب کے حضور سلام! تمام نیک روحوں، علماء و مشائخ کو سلام! آپ سب کی مہربانی اور شکریہ کہ آپ اس قدر رات گذر جانے کے باوجود پیار واخلاص کی روشنی میں تشریف فرما ہیں۔ آپ نے بجلیوں کی کڑک جیسے خطاب بھی سنے اور گرتی شبنم اور پھولوں کی خوشبو جیسے دھیمے انداز میں بھی گفتگو سماعت کی، اب مناسب نہیں کہ طویل دیر تک مخاطب رہوں۔ شاہ جی نے کہا کہ لوگو! زندگی اللہ کی امانت ہے اسے ضائع نہ کرو، یہ عمر امانت ہے، اسے رائیگاں نہ ہونے دو، ہم نے قبروں میں اتر جانا ہے اس نعمت کی قدر کرو، جانو، پہچانو، معرفت حاصل کرو، غور کرو، اور ان موتیوں کو دامنِ طلب میں محفوظ کرو۔

حضرت علی ﷺ نے فرمایا ہے کہ دین کا خلاصہ دو چیزیں ہیں حکمت اور شریعت۔ شاہ جی نے کہا کہ خاوند اور بیوی سے معاشرے کی بنیاد پڑی، بچے، پڑوس، خاندان بنے، معاشیات، معاشرت، سیاست، حکمت، قوانین بنے، معاش میں حلال وحرام، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، سفر وحضر، علم، بلاغت، فصاحت، شوخی و وارفتگی سب آ گئے اور ان سب کا طریقہ سیکھنے کے لئے جب خداوند کریم سے دستِ سوال دراز کیا کہ مولا کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں یہ سب اکھٹا ہو، فرمایا:

من یطع الرسول فقد اطا ع اللہ

یعنی ان سب مسائل کا حل حضور کی ذات میں ڈھونڈو۔

میرے حضور نے جہاد کی بات کی اور یہ بات کرتے ہوئے مجھے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا کہ یہ تقریب مغرب میں سنی جا رہی ہے۔ یاد رکھیں! جہاد حضور کے غلام کے لئے منشورِ حیات ہے، شاہ جی نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے اور حالاتِ حاضرہ کے پیش نظر تمام حاضرین سے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ اگر انڈیا حملہ کر دے تو جہاد کرو گے یا نہیں؟ تمام لوگوں نے نہایت جوش و جذبے سے ہاتھ اٹھا کر کہا کہ جہاد کریں گے۔ شاہ جی نے کہا کہ محمد ﷺ کا غلام اپنی جان دے دے گا لیکن اپنے وطن کو ٹیڑھی نظر سے دیکھنے نہیں دے گا۔ شاہ جی نے کہا کہ یہ میرے ذمہ وطن کا قرض تھا، پیر جماعت علی شاہ، کچھوچھہ شریف، مانکی شریف، گولڑہ شریف، سب بزرگوں نے پاکستان کے لیے قربانیاں دی، کیا تم ان بزرگوں کے غلام نہیں ہو؟ شاہ جی نے زور دیتے ہوئے اور راہ عمل منکشف کرتے ہوئے کہا کہ میرا پہلا نکتہ اور سبق یہ ہے کہ ہم اپنے وطن کے لئے ہر قربانی دیں گے۔ شاہ جی نے کہا کہ حضور کا ارشاد ہے کہ اچھی زندگی والا ایک وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے ہر وقت گھوڑے کی لگام تھامے رکھے، جب بھی جہاد کے لئے پکارا جائے یہ جہاد کے لئے پہنچے اور کہے مولا! یا تو اس کفر کو ختم کر کے واپس لوٹوں گا یا پھر جام شہادت نوش کروں گا۔ شاہ جی نے مخاطبین سے کہا کہ اگر قلم چلا سکتے ہو تو قلم پکڑو، بول سکتے ہو تو زبان استعمال کرو، تدریس کر سکتے ہو تو پڑھاؤ، مال ہے تو مال لگاؤ اور دین رسول کا علم بلند کرو۔ جب تک ایک بھی مسلمان زندہ ہے محمد عربی کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہونے دے گا۔

شاہ جی نے کہا کہ میرا دوسرا پیغام آپ کے نام یہ ہے کہ سنتوں کی مخالفت عروج پر ہے تہذیب و تمدن میں یہود و نصاریٰ ہمارے حضور ﷺ کی سنتوں کی مخالفت کر رہے ہیں اگر تمہیں اتنی بات سمجھ نہیں آتی تو کم از کم یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں حضور ﷺ کی سنتیں اپناؤ، داڑھیاں رکھو۔ یہود و نصاریٰ نے مسلمانوں کی داڑھیاں نوچیں ہیں تم داڑھیاں بڑھا کر رسول اللہ ﷺ کی سنت اپناؤ۔ خصوصی طور پر طلباء اور علماء کو نصیحت کرتے ہوئے شاہ جی نے کہا کہ میں نے اپنے محترم اور جان سے پیارے چچا جان کے وصال والے دن بھی تدفین سے پہلے حدیث شریف پڑھائی اس لئے کہ حضور ﷺ کا غلام کبھی ریٹائر نہیں ہوتا، دین کے لیے کمر بستہ ہو جاؤ، رات ہو تو اللہ کے آگے کھڑے ہو جاؤ اور دن ہو تو بدیوں اور برائیوں کے سوراخوں پر ہاتھ رکھو کہ ہاتھ کٹ جائیں گے لیکن بدی بڑھنے نہیں دیں گے۔ بچو! دین کے لئے سوچو، ہر آدمی سوچے کہ میں نے دین کے لیے کیا کام کیا ہے۔ قرآن مجید کی تحریک چلاؤ، درس قرآن دینے والا ہر عالمِ دین سوچے کہ پاکستان کی ہر مسجد میں درسِ قرآن ہونا چاہئے۔ شاہ جی نے فارغ التحصیل ہونے والے علماء کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ تم پر وہ دن حرام ہے جب تم کہیں درسِ قرآن نہ دو۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اچھی زندگی والے دوسرے شخص کے متعلق فرمایا کہ جو آدمی بکریاں لے کر پہاڑ کی چوٹی یا درّے پر چلا جائے، پھر نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے اور اللہ کی عبادت کرے۔

یہاں شاہ جی نے تیسرا پیغام دیتے ہوئے کہا کہ خود کو لوگوں کے شر اور لوگوں کو خود کے شر سے بچاؤ۔ اپنے آپ کو نفع مند بناؤ، ثمر بار شجر بناؤ، اگر نفع مند بنو گے تو خدا انقلاب پیدا کر دے گا۔ ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے شاہ جی نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں ساہیوال جا رہا تھا کہ ایک بچہ ٹرک کے پیچھے سے چوری چھپے گنا کھینچ کر کھا رہا تھا، میں نے اس بچے سے کہا کہ بیٹا یہ حرام ہے، تو اس نے کہا صوفی جی! یہ میٹھا ہے، میں نے کہا کہ اس سے بھی میٹھی ایک چیز ہے۔ اس نے کہا کہ وہ کیا چیز ہے؟ میں نے کہا کہ پڑھو یا محمد یا رسول، اس بچے نے پڑھا اور کہا کہ واقعی بہت لطف آیا ہے پھر وہ بچہ اپنے والدین سے اجازت لے کر میرے ساتھ آیا اور علم دین پڑھنے لگا اور الحمد اللہ آج وہ گنا چرا کر کھانے والا بچہ عالم دین بن کر جا رہا ہے۔ شاہ جی نے یہاں الفاظ کے تیروں کا ذکر فرمایا لیکن نظروں کے تیر کو چھپا گئے۔ مگر یہ اظہر من الشمس ہے کہ اصل کام تو شاہ جی کی نظر اور ان کی مبارک زبان کے اثر نے کیا تھا کہ وہ خوش قسمت بچہ گھائل ہو گیا۔

شاہ جی نے قبلہ لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد بھی سنایا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ مونگ پھلی خریدنے جاتے ہیں تو بیچنے والے سے پوچھے بغیر دانہ اٹھا کر منہ میں ڈال لیتے ہیں، ایسا کرنا حرام ہے۔ شاہ جی نے بتایا کہ ایک شخص بدعقیدگی میں مبتلا تھا اس نے مجھ سے قرآن پڑھنا چاہا میں نے حامی بھر لی، پھر ایک دن اس نے مجھ سے پوچھا کہ مجھے کتنے عرصہ بعد فارغ کریں گے میں نے کہا کہ سات سال بعد۔ اس نے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ سات سال بعد میں مر جاؤں گا۔ لوگوں نے پوچھا کیسے؟ تو کہنے لگا کہ شاہ جی کے منہ سے سات سال کا نکلا ہے لہٰذا مجھے یقین ہے کہ سات سال ہی میری زندگی ہو گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ شخص سات سالوں بعد ہی مر گیا، لیکن اللہ کا شکر کہ بدعقیدگی سے تائب ہو کر سچا پکا حضور کا غلام بن چکا تھا۔

شاہ جی نے دینی علم کے حصول کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی جدید تعلیم یافتہ گریجوایٹ شخص حضور کے دین کا علم پڑھنا چاہے تو میں

WWW.NAFSEISLAM.COM

اس کی تین چار ہزار روپے ماہوار خدمت بھی کروں گا تاکہ وہ توجہ سے علم حاصل کر سکے۔ شاہ جی نے بتایا کہ پہلے مزدوروں کو مزدوری دے کر قرآن پڑھایا کرتا تھا۔ انگلینڈ میں رہنے والے ایک ڈاکٹر نے شاہ جی سے کہا کہ برطانوی حکومت نے برطانیہ چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ آپ میرے لئے مدینہ شریف جا کر دعا کریں۔ چنانچہ اس نے ٹکٹ کا انتظام بھی کر دیا، میں نے مدینہ شریف جا کر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! شرمندہ ہوں کسی کے خرچ پر آیا ہوں۔ آپ اس کا کام کر کے مجھے شرمندگی سے بچالیں، تو میں ابھی مدینہ شریف میں ہی تھا کہ اس ڈاکٹر صاحب کا فون آ گیا انہوں نے بتایا کہ ایک برطانوی منسٹر کے ذریعے اطلاع ملی ہے کہ برطانوی حکومت نے آنر کے ساتھ انگلینڈ کی شہریت Nationality کی اجازت دے دی ہے۔ شاہ جی نے کہا کہ دراصل اگر ایمان پکا ہو تو دوزخ کے شعلے بھی جنت بن جاتے ہیں۔ شاہ جی نے پھر اپنے مخاطبین کو توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ صوفی بن جاؤ یا پھر مجاہد بن جاؤ۔ کسی مرد صالح کے پاس بیٹھو اور اللہ کا ذکر کرو۔ بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھو۔ شاہ جی نے بتایا کہ دورہ حدیث شریف کی اگلی کلاس میں تیس طلباء ہیں دعا کریں کہ اللہ تکمیل کی توفیق دے۔ امید ہے کہ آپ یہ باتیں دل میں رکھیں گے۔ علماء کرام کو اس محفل میں دیر تک بیٹھنے سے جو تکلیف ہوئی اس پر معذرت خواہ ہوں۔

تقریر کے بعد شاہ جی نے درود شریف پڑھوایا، خفی ذکر کیا گیا اور پھر ڈاکٹر سرفراز سیفی کی دعا سے اس نورانی، وجدانی، روح پرور، سبق آموز اور دیر تک یاد رہنے والی تقریب کا اختتام ہو گیا۔ اختتام کے بعد حاضرین کو دوبارہ کھانا کھلایا گیا۔ اکثر لوگ کھانا کھا کر اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوئے جبکہ کچھ لوگ رات وہیں قیام کر کے صبح ناشتہ کے بعد ادارہ سے رخصت ہوئے۔

اس محفل میں آنے والوں نے بیش بہا قیمتی موتی اپنی اپنی جھولیوں میں حاصل کئے۔ شاہ جی کی زیارت کی، علماء اور صوفیاء کی صحبت حاصل کی، شاہ جی کے فیض صحبت سے ہمکنار ہوئے، علماء کی پرسوز باتیں سنیں، شاہ جی کی مبارک زبان سے نکلنے والے دلدوز نغموں کو پردہ سماعت پر آویزاں کیا۔ المختصر نہ جانے کیا کیا انعامات اللہ نے اپنے محبوب بندوں کے طفیل اس محفل کے شرکاء پر ارزاں کئے۔ علامہ غلام بشیر نقشبندی کے جملے پر بات ختم کرتا ہوں کہ قبر کے اندر اور قیامت والے دن اس محفل کی قدر کا علم ہوگا اور پھر اس وقت خواہش ہوگی کہ کاش یہ ''سالانہ اجتماع'' کی بجائے ''روزانہ اجتماع'' ہوتا۔

☆☆☆

علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر خطاب فرما رہے ہیں

جماعت اہل سنت کی مرکزی انتظامیہ، سیکرٹیریٹ کی ایڈوائزری کونسل اور سنّی سپریم کونسل کا مشترکہ اجلاس

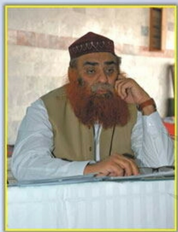

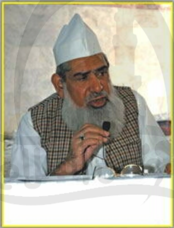

WWW.NAFSEISLAM.COM

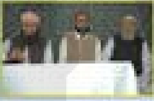

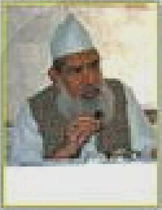

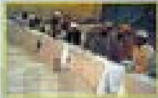

تصویری جھلکیاں

سالانہ جلسہ تقسیم اسناد ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی منعقدہ 27 دسمبر 2008

تصویری جھلکیاں

تصویری جھلکیاں

سالانہ جلسہ تقسیم اسناد ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی منعقدہ 27 دسمبر 2008

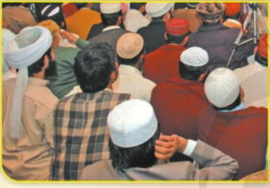

تصویری جھلکیاں

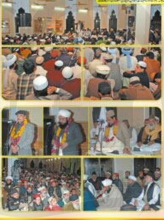

تصویری جھلکیاں

سالانہ جلسہ تقسیم اسناد ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی منعقدہ 27 دسمبر 2008

تصویری جھلکیاں

تصویری جھلکیاں

سالانہ جلسہ تقسیم اسناد ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی منعقدہ 27 دسمبر 2008

تصویری جھلکیاں

تصویری جھلکیاں

سالانہ جلسہ تقسیم اسنادادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی منعقدہ 27 دسمبر 2008

تصویری جھلکیاں

تصویری جھلکیاں

سالانہ جلسہ تقسیم اسناد ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی منعقدہ 27 دسمبر 2008

تصویری جھلکیاں